

ماہنامہ

پیامعرفات

مکتبہ بریلی

رمضان کے بعد

”رمضان درحقیقت ایک دور کا خاتمہ نہیں بلکہ ایک دور کا آغاز ہے۔ رمضان انتہا نہیں، ابتداء ہے۔ رمضان سب کچھ لے کر اور سب نعمتیں تھہ کر کے اور لپیٹ کر نہیں جاتا ہے، وہ بہت کچھ دے کر، جھولیاں بھر کر اور نعمتیں لٹا کر جاتا ہے، رمضان کے بعد آدمی گناہوں سے ضرور ہلاکا ہوتا ہے، لیکن ذمہ داریوں سے بوجھل اور گرانبار ہو جاتا ہے۔“

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی



مركز الإمام أبي الحسن الندوبي
دار عَرَفَاتٍ، تکيَّةٌ كَلَّا، رَأْيٌ بَرِيلِيٌّ

JUNE-JULY
2017

₹ 20/-

رمضان کیوں آتا ہے؟

نفلی عبادتوں، ذکر اور دعائیں صرف کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ جو بات سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کے دن میں انسان جب روزے کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی کے قاضے سے وہ چیزیں ترک کر دیتا ہے، جو عام حالات میں اس کے لیے حلال ہیں، اب یہ کتنی ستم ظرفی کی بات ہو گی کہ انسان روزے کے قاضے سے حلال کام تو ترک کر دے، لیکن وہ کام بدستور کرتا رہے جو عام حالات میں بھی حرام ہیں، لہذا اگر کھانا پینا چھوڑ دیا، مگر جھوٹ، غیبت، دل آزاری، رشوت ستانی وغیرہ جو ہر حالت میں حرام کام تھے، وہ نہ چھوڑے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسا روزہ انسان کی روحانی ترقی میں کتنا دم دگار ہو سکتا ہے؟ لہذا رمضان المبارک میں سب سے زیادہ اہتمام اس بات کا ہونا چاہیے کہ آنکھ، زبان، کان اور جسم کے تمام اعضاء ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رہیں، اپنے آپ کو اس بات کا عادی بنا یا جائے کہ کوئی قدم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہ اٹھے۔ رمضان کو آنحضرت ﷺ نے ”ایک دوسرے کی خم خواری کا مہینہ“ قرار دیا ہے، اس مہینہ میں آپ ﷺ کی صدقہ و خیرات بھی بہت کثرت سے کیا کرتے تھے، اس لیے رمضان میں ہمیں بھی صدقہ و خیرات، دوسروں کی ہمدردی اور ایک دوسرے کی معاونت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ یہ صلح و صفائی کا مہینہ ہے، لہذا اس میں جھگڑوں سے اجتناب کا بھی خاص حکم دیا گیا ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”اگر کوئی شخص تم سے لڑائی کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔“

خلاصہ یہ ہے کہ رمضان صرف سحری اور افطاری کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک تربیتی کورس ہے، جس سے ہر سال مسلمانوں کو گزارا جاتا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خالق و مالک کے ساتھ مضمبوط ہو۔

رمضان کا مقدس مہینہ ہر سال اس لیے آتا ہے کہ سال کے گیارہ مہینے انسان اپنی مادی مصروفیات میں اتنا منہک رہتا ہے کہ وہی مصروفیات اس کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں، اور اس کے دل پر روحانی اعمال سے غفلت کے پردے پڑنے لگتے ہیں، عام دنوں کا حال یہ ہے کہ چونہیں گھنٹے کی مصروفیات میں خالص عبادتوں کا حصہ عموماً بہت کم ہوتا ہے، اور اس طرح انسان اپنے روحانی سفر میں جسمانی سفر کی نسبت پیچھے رہ جاتا ہے، رمضان کا مہینہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس مبارک مہینہ میں وہ جسمانی غذا کی مقدار کم کر کے روحانی غذا میں اضافہ کر دے اور اپنے جسمانی سفر کی رفتار را دھیسی کر کے روحانی سفر کی رفتار بڑھاوے، اور ایک مرتبہ پھر دنوں کا توازن درست کر کے اس نقطہ اعتدال پر آجائے جو اس زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے، اور اگر ذرا اغور سے دیکھیں تو اسی نقطہ اعتدال پر پہنچنے کی سرست ہے جس کا جشن ”عید الفطر“ کی صورت میں مقرر کیا گیا ہے۔

لہذا رمضان صرف روزے اور تراویح ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کا صحیح فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اس مہینے میں نفلی عبادات کی طرف بھی خصوصی توجہ دے، اور کسی کی حق تلفی کے بغیر اگر اپنے اوقات کو مادی مصروفیات سے فارغ کر سکتا ہے تو انہیں فارغ کر کے زیادہ نوافل، تلاوت اور ذکر و تسبیح میں صرف کرے۔

کسی کی حق تلفی کے بغیر، میں نے اس لیے کہا کہ اگر کوئی شخص کہیں ملازم ہے تو ڈیوٹی کے اوقات میں اپنے فرائض منصی چھوڑ کر نفلی عبادات میں مشغول ہونا شرعاً جائز نہیں، البتہ اگر اس کے پاس اپنے فرائض منصی سے متعلق کوئی کام نہیں ہے اور وہ خالی بیٹھا ہوا ہے تو بات دوسری ہے۔

لیکن کسی کی حق تلفی کے بغیر بھی رمضان میں اپنی مادی مصروفیات ہر شخص کچھ نہ کچھ ضرور کم کر سکتا ہے، اور اپنے آپ کو ایسے مشاغل سے فارغ کر سکتا ہے جو یا تو غیر ضروری ہیں یا انہیں مؤخر کیا جاسکتا ہے، اس طرح جو وقت ملے اسے

اردو اور هندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

رائے بریلی

پیام عرفات

ماہنامہ

مرکز الامام أبي الحسن الندوی دارعرفات تکمیل کال رائے بریلی (یوپی)

شمارہ: ۶۷

جولائی ۲۰۱۷ء

جلد: ۹

سرپرست: حضرت مولانا میحیی الدین حسینی ندوی مدظلہ (صدر، دارعرفات)

نگران: مولانا محمد واعظ رشید حسینی ندوی مدظلہ (جزل سکریٹری دارعرفات)

رمضان کا معہینہ

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسینی ندوی

مفتقی راشد حسین ندوی

عبدالحسان ناخدان ندوی

محمود حسن حسینی ندوی

محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد تقیس خاں ندوی

محمد امغسان بدایوی ندوی

(رمضان کا معہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں راہ

یابی اور (حق و باطل میں) انتیاز کی کھلی نشانیاں ہیں، تو جو اس معہینہ کو پالے وہ اس میں روزہ

رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرا دنوں سے کتنی (پوری) کرے، اللہ تعالیٰ تمہارے

ساتھ آسانی چاہتا ہے، وہ تمہارے ساتھی نہیں چاہتا اور اس لیے کہ تم کتنی پوری کرو اور اللہ کی

برائی بیان کرو، اس پر کہاں نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکرگزاری کرنے لگ جاؤ

(البقرة: ۱۰۵)

سالانہ زر تعاون نے 100/- RS.

Mail: markazulimam@gmail.com

نئی شمارہ: -10/- RS.

پرائز پبلیش محروم حسن ندوی نے اسی، اے، آفست پرائز، مسجد کے پیچھے، چھاتک عبد اللہ خاں، بیڑی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کراکر و فریز "پیام عرفات" پرائز پبلیش محروم حسن ندوی، دارعرفات، تکمیل کال رائے بریلی سے شائع کیا۔
www.abulhasanalinadwi.org

شکوئے گریں پچھ کام کریں

نتیجہ فکر:- ماہر القادری

جس دل میں خدا کا خوف رہے، باطل سے ہر اس کیا ہوگا
جو موت کو خود لیک کہے، وہ حق سے گریزاں کیا ہوگا
آئین چن بندی بھی نہیں، دستور نوا سنجی بھی نہیں
اب اس سے زیادہ گلشن کا شیرازہ پریشاں کیا ہوگا
ارباب محبت سے یہ کہو؛ شکوئے نہ کریں پچھ کام کریں
جو ظلم و ستم پر اترائے، شکوؤں سے پشیاں کیا ہوگا
جو لوگ ہوا کے ساتھی ہیں، وہ اپنے خدا کے باغی ہیں
اس جرم بغاوت سے بڑھ کر ایمان کا نقصان کیا ہوگا
جس کشتوں کی پتواروں کو خود ملاحوں نے توڑا ہو
اس کشتوں کے ہمدردوں کو پھر شکوہ طوفان کیا ہوگا
مدت سے کشاکش جاری ہے صیاد میں اور گل چینوں میں
تسلیم گلتاں ہونے تک انجام گلتاں کیا ہوگا
جس چوٹ سے دل میں ہل چل ہے، آہوں میں وہ ظاہر کیا ہوگی
سینہ میں جو محشر برپا ہے، اشکوں سے نمایاں کیا ہوگا
اس شام خزاں نے اب تک توہر طرح سے پردہ داری کی
جب صحیح بہار آجائے گی، اے شگنی داماں! کیا ہوگا
خلوت ہو کر جلوت ہو ماہر کا دل کھویا کھویا رہتا ہے
اس غم کی خلافی کب ہوگی، اس درد کا درماں کیا ہوگا

فہرست

تجدد یہ ایمان کا مہینہ (اداریہ)	۳
بلال عبدالحی حسنی ندوی	
رمضان - رحمت و مغفرت کا مہینہ	۴
مفتکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	
تراویح - رمضان کی اہم خصوصیت اور	۷
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدخلہ	
یورپ کے داخلی مسائل - ایک جائزہ	۹
مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدخلہ	
نیک کاموں میں جلدی اور استقامت	۱۲
مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی	
وقت کا اہم ترین مسئلہ	۱۳
مولانا عزیز احسن صدیقی غازی پوری	
توحید کیا ہے؟	۱۵
بلال عبدالحی حسنی ندوی	
فراعنة مصر - تاریخ کے آئینہ میں	۱۸
عبدال سبحان ناخداندوی	
نماز جمعہ اور عیدین کے چند مسائل	۲۰
مفتقی راشد حسین ندوی	
گفتگو کا طریقہ کیا ہو؟	۲۳
خلیل احمد حسنی ندوی	
صدر ڈرمپ کی پراسرار خصیت	۲۴
جزل مرزا اسلم بیک	
آخرت پر ایمان	۲۶
محمد ارمغان بدایوی ندوی	
اعتكاف - چند ضروری مسائل	۲۷
ذکوٰۃ - چند ضروری احکام و مسائل	۲۹

مدیر کے قلم سے

تجدد مبادرات ایمان کا مہینہ

بلال عبدالحی حسني ندوی

یہ مبارک مہینہ تجدید ایمان کا ہے، مبارک ہوا ایمان والوں کو، اللہ سے قرب چاہنے والوں کو اللہ نے پھر موقع عطا فرمایا کردار کو نکھارنے کا، اعمال کو سنوارنے کا، دل و دماغ کی تطہیر کا، یہ مہینہ سب سے بڑھ کر محسوسہ نفس کا ہے، اپنی اصلاح کا ہے، تقویٰ کا مزارج پیدا کرنے کا ہے، اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَإِنَّمَا الظَّنُونُ أَمْنَوْا كُتُبَ عَلَيْكُمُ الصَّيَامَ كَمَا كُتُبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَقَوَّنُ﴾ (البقرة: ۱۸۳)

(اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، عجب نہیں کہ تم متین بن جاؤ)

تفقی کیا ہے؟ یہ صرف ظاہری نفاست کا نام نہیں، ظاہری اعمال و عبادات بھی اس کے لیے کافی نہیں، حقیقت میں یہ دل کی کیفیت ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "التقویٰ ها هنا وأشار الى صدره ثلاٹ مرات" (تفقی یہاں ہوتا ہے، اور سینے کی طرف آپ ﷺ نے تین دفعہ اشارہ فرمایا)

اس مہینہ میں اللہ کی خاص رحمت متوجہ ہوتی ہے، یہ مغفرت کا مہینہ ہے، دل اس میں نرم ہوتے ہیں، خیر کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے، مبارک ہیں وہ لوگ جو اس سے پورا قائدہ اٹھاتے ہیں، اپنے دل کی دنیا آباد کرتے ہیں، اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اپنا جائزہ لے کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں، نئے حوصلہ اور تازہ ایمان کے ساتھ وہ اس مہینہ کا استقبال بھی کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد تازہ دم ہو کر میدان عمل میں اترتے ہیں۔

ان کی زندگی میں یہ مہینہ حیات نو کا پیغام لے کر آتا ہے، اور ان کی رگوں میں تازہ خون دوڑا کر جاتا ہے، ان کے اندر ایک نیا ولہ پیدا ہوتا ہے، وہ پھر اپنے لیے نہیں اللہ کے لیے جیتے ہیں، اللہ کے لیے مرتے ہیں۔

﴿فَلْعَلَّ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذِلِّكَ أُمْرُثُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الأنعام: ۱۶۲-۱۶۳) (کہہ دیجیے میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مناسب اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا پانہوار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم بھی ہے اور میں سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں)

جس نے طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک حلال و طیب کھانوں سے، مشروبات سے، مشرب کھانوں سے، شرب کھانے کا تک کہ آب زمزم سے بھی حضن اللہ کے لیے پرہیز کیا، اب اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ ان تمام چیزوں سے بچے حکم الہی کو توڑنے والی ہوں، اللہ کو ناراض کرنے والی ہوں، اس کے لیے پھر سود کھانا، حرام و مشتبہ مال کا استعمال کرنا، کسی کا حق مارنا، کسی کو تکلیف پہنچانا کیے ممکن ہو سکتا ہے، جس نے رمضان میں تراویح کی میں رکعتیں بڑی بشاشت کے ساتھ ادا کی ہوں، اس کے لیے عشاء کی نماز سے غفلت کیے ممکن ہے، جس نے رمضان میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر ضرورت مندوں کی مدد کی ہو، وہ کیسے کسی کو دکھ دیکھ سکتا ہے اور کسی کو دکھی دیکھ سکتا ہے۔

رمضان ایک نئی زندگی دے کر جاتا ہے، لیکن اسی کو جو لینا چاہے، جس کا رمضان اور غیر رمضان پر ابر ہو، جس کو اس مہمان کی عظمت کا اندازہ ہی نہ ہو، اور یہ مہمان اس سے ناراض جائے، اس سے بڑھ کر حرمان نصیبی کس کا مقدر ہو سکتی ہے، ارشاد نبوی ہے: ہلاک ہو وہ شخص جس کو رمضان کا مبارک مہینہ ملے اور پھر اس کی بخشش نہ ہو۔

آئیے ہم طے کریں کہ مہینہ کا ایک ایک لمحہ ایک احساس کے ساتھ گذاریں گے، اس کی برکتوں کو اپنے اندر جذب کریں گے کہ ظاہر و باطن میں اس کا نور پیدا ہو اور اس کی روشنی ایک عالم محسوس کرے۔

رمضان- رحمت و مغفرت کا مہینہ

مفتکر اسلام حضرت مولا ناسید ابو الحسن علی ندوی

مسلمانوں کا اصل مرض بد نیتی نہیں ہے نیتی ہے

ایمان و احساب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں پر یقین کامل ہو، اور ہر عمل پر ثواب کی نیت کرے، اور اخلاص و تَلَهِیت اور رضاۓ الہی کا حصول پیش نظر ہو، اور ہر عمل کے وقت مرضی الہی کو دیکھے۔ ایمان و احساب ہی ہے جو انسان کے عمل کو فرش سے عرش پر پہنچا دیتا ہے۔ اصلاً اسی کا فقدان ہے، مسلمانوں کا اصل مرض بد نیتی نہیں بلکہ بے نیتی ہے، یعنی سرے سے وہ نیت ہی نہیں کرتے، ہم وضو کرتے ہیں مگر اس میں نیت نہیں کرتے، ہم دوسرے اركانِ دین ادا کرتے ہیں مگر ایمان و احساب ہمارے پیش نظر نہیں رہتا، جب بہت سے لوگ کسی کام کو کرتے ہیں تو وہ رسم بن جاتی ہے، روزہ کا ایک عام ماحول ہوتا ہے، ایسے میں کوئی اس اندیشہ سے روزہ رکھے کہ ہم روزہ نہ رکھیں گے تو چھپ کر کھانے پینے سے کیا فائدہ؟ یہ خیال آیا تو روزہ کی روح نکل گئی۔ پیاریوں میں بھی اکثر بھوکارہنا پڑتا ہے، سفروں میں بھی اکثر کھانا نہیں ملتا، اس لیے روزہ کی خصوصیت صرف بھوکارہنا نہیں ہے، روزہ کی حقیقت ہے اللہ کے حکم کی قبولی، جو چیزیں چھوڑنے کو کہی گئی ہیں ان کو چھوڑ دینا، پہلے ہم یہ کیفیت پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ برحق ہے، ثواب کی لوگی ہو، اور دل کو سلی ہو کہ ثواب مل رہا ہے، اسی میں لطف آئے۔

اعمال کی مقبولیت کی علامات و آثار

کسی عبادت کی خصوصیت اور اس کی مقبولیت کی دلیل یہ ہے، کہ اس کی ادائیگی سے دل کے اندر رقت، زی، تواضع اور اکساری کا جذبہ پیدا ہو، لیکن جب اس کے برکس کبر و غرور، اور عجب پیدا ہو، تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری عبادت مقبول نہیں ہوئی، اس میں کسی رہ گئی ہے، اس لیے ان چیزوں کو دور کرنے کے لیے

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ، صحابہ کرامؓ منبر سے قریب ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین!، جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین!، جب تیسرا پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین!، جب آپ ﷺ سے خطبہ سے فارغ ہو کر نیچا ترے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے بھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جریئل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے فرمایا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا: آمین!، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین!، جب میں تیسرا درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ داخل ہو جائے۔ میں نے کہا: آمین! (ترمذی)

رمضان ایسا زریں موقع ہے کہ اس میں کوشش کرے تو ایک رمضان سارے گناہ بخشنданے کے لیے کافی ہے۔ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور یہ یقین کر کے رکھے، کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں، اور وہ تمام اعمال حسنہ پر بہتر بدلہ عطا فرمائے گا، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: «مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفرَلَةٌ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» یعنی جو شخص رمضان کے روزے ایمان و احساب کے ساتھ رکھے، اس کے پچھلے گناہ بخشن دیے جائیں گے۔

البقرة: ۱۸۳]۔ یعنی ہر کام کے کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی مرضی کا خیال رکھا جائے، تقویٰ کا ترجمہ بعض لوگوں نے ”لحاظ“ سے کیا ہے، یعنی ہر کام کے کرتے وقت اس کا لحاظ رکھا جائے، یہ کام اللہ کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں، حلال و حرام کی تیزی ہو جائے۔ اس طرح سے مشق ہو جائے کہ فطرت بن جائے، جس طرح سے آپ عید کے دن کھانے پینے میں جبکہ محسوس کرتے ہیں، کیوں کہ ایک مہینے سے دن میں کھانے پینے کی عادت چھوٹ گئی تھی، اس وجہ سے آپ کو کھانا پینا خلاف عادت معلوم ہوتا ہے، حالانکہ یہ عارضی چیز تھی؛ اسی طرح سے گناہوں سے اجتناب، معاصی سے پرہیز، غیبت و بدگوئی، غصہ و بغض سے پرہیز اس طرح ہو کہ آپ کی فطرت بن جائے، جو چیزیں دائیٰ طور پر حرام ہیں، ان کو کرنے میں تو اور بھی زیادہ آپ کو چونکا رہنا چاہیے۔ روزہ سے زندگی میں تبدیلی ہونی چاہیے۔ آپ روزہ رکھیں لیکن گالی دینا، غیبت کرنا، بدگوئی و غصہ و بغض کرنا نہ چھوڑیں، تو روزہ سے کوئی فائدہ نہیں۔

اصل بات تو یہ ہے کہ روزہ آپ کی زندگی کے اندر واضح تبدیلی کر دے۔ روزہ میں آپ نے معاصی سے اجتناب کیا ہے، تو اس پر قائم رہیے، اور ان معاصی کا ارتکاب نہ کیجیے، جن کو آپ نے روزہ کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا، اگر روزہ کے ختم ہوتے ہی تمام معاصی میں پھر بنتا ہو گئے، تو اس سے یہی بات سمجھیں آئے گی کہ اس نے روزہ تو رکھا مگر روزہ مقبول نہیں ہوا، جو تو کیا مگر جو قبول نہیں ہوا، آپ اس طرح سے روزہ رکھیے کہ کوئی غیر مسلم بھی دیکھے، تو سمجھے کہ یہ واقعی روزہ رکھتے ہیں اور یہ رمضان کے دن ہیں، پورے احترام کو مخواڑ کھا جائے، اور تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جب تم میں سے کوئی شخص روزہ رکھے اور اس سے کوئی الجھنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں“، نفس کی تمام کمزوریوں کو دور کرے، غصہ کم کر دے، بغض و حسد کو دور کر دے۔ روزہ اس طرح سے نہ رکھے کہ غصہ میں بھرا ہوا بیٹھا رہے اور لوگ اس سے محض اس وجہ سے گفتگو کرتے ہوئے خوف محسوس کریں کہ بھائی! ان سے گفتگو نہ کرو، ورنہ یہ بگڑ جائیں گے۔ کھانے میں ذرہ برابر نمک کی کمی ہو، تو غصہ کی انتہا کر دے،

ایمان و احتساب کو پیش نظر رکھنا اور اس کا استحضار ہنا ضروری ہے، بے سوچ سمجھے، بغیر نیت کے روزہ رکھ لینا، کوئی اور عبادت ادا کرنا بے معنی ہے۔ ایک صاحب فرمانے لگے: ”میں اس لیے روزہ رکھتا ہوں کہ جو مزہ افطار کے وقت آتا ہے، وہ دنیا کی کسی نعمت میں نہیں“، حالانکہ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی نہیں تھا، ہمیں چاہیے کہ ہم دن میں کئی بار نیت کوتازہ کر لیا کریں، ہر وقت استحضار رکھیں، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ابن آدم کے ہر عمل پر اس کو دس سے سات سو گناہ تک ثواب ملے گا، اللہ نے فرمایا: سوائے روزہ کے کوہہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ الصومُ لِنَّ وَأَنَا أَجْزِيُّ يَهُ، یہ بندہ تمام محبوب چیزیں میرے لیے چھوڑتا ہے، اس لیے میں خود ہی بدلہ دوں گا۔“ (مسلم)

اعمال طاقت پیدا کرتے ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ دین کے جتنے ارکان ہیں وہ طاقت پیدا کرتے ہیں، یعنی ایک عبادت دوسری عبادت کے لیے معاون ثابت ہوتی ہے، اور اس کے لیے تقویت کا باعث بنتی ہے، جس طرح سے ایک غذا دوسری غذا کے لیے معاون ثابت ہوتی ہے، اسی طرح ایک فرض کی ادائیگی دوسرے فرائض کی ادائیگی میں معاون ثابت ہوتی ہے اور اس کو طاقت فراہم کرتی ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر کن الگ الگ ہے۔ ہر ایک کی فرضیت اور اس کی اہمیت تو بہر حال اپنی جگہ ہے، مگر ایک دوسرے سے الگ نہیں؛ بلکہ ایک دوسرے کی مدد کے لیے ہے، اسی طرح سے روزہ سال کے پورے گیارہ مہینے کی عبادت کے لیے طاقت پیدا کرتا ہے، روزہ کی وجہ سے دوسرے عبادات کی ادائیگی میں ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے اور تو اتنا ملتی ہے۔

روزے کا مقصد نفس پر قابو پانا ہے

تیسرا بات یہ ہے کہ روزہ کا مقصد یہ ہے کہ نفس پر قابو پایا جائے اور روزہ کی وجہ سے نفس پر قابو پانا آسان ہو جائے، دین کا ذوق و شوق پیدا ہو، عبادات کی ادائیگی میں شوق ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بِإِيمَانِ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ كُبَيْرٌ عَلَيْكُمُ الصَّيَامُ ۖ كَمَا كُبَيْرٌ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [سورة

کے لائق کچھ بھی عبادت نہیں کر سکتے، ہم توبہ و استغفار بھی اچھی طرح نہیں کر سکتے، اس لیے ہمیں بھوکوں، لاچاروں اور مسکینوں ہی کی مدد کرنی چاہیے، تاکہ ممکن ہے اللہ کے کسی بندے کا دل خوش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمائے اور ہمارا مقصد پورا ہو جائے۔ ہماری عبادت، ہماری تلاوت، ہماری نماز تو لائق قبول نہیں لیکن اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے سے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمائے۔ اس مہینے میں ہمیں پوری طرح خیرات و صدقات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور ہم کمر کس لیں کہ اس مہینے سے پورا فائدہ اٹھائیں گے، حدیث شریف میں آتا ہے ”بَا بَاغِيَ الْعَيْرِ إِنْ أَقْبَلَ وَيَابَاغِيَ الشَّرُّ أَدْبَرَ“، یعنی اے خیر کے طلب کرنے والے! آگے بڑھ اور اے برائی کے طلب کرنے والے! پیچھے ہو، دوسری جگہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے پوچھھے گا کہ ”اے بندے میں یہاں تھا تو نے میری عبادت نہیں کی، میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھایا“، بندہ جواباً عرض کرے گا کہ اے خداوند قدوس! تو کیسے یہاں ہو سکتا ہے؟ تو کیسے بھوکا رہ سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ”میرا فلاں بندہ یہاں تھا، اگر تو اس کی عبادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا، میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو تو مجھے وہاں موجود پاتا“۔ (اوْ كَمَا قَالَ) ہمدردی و نگساری، ایثار و خیر خواہی کا مہینہ

اس لیے یہ ضروری ہے کہ جو محتاج و یہاں میں ہیں، جو فقراء و مساکین ہیں، ان کی مدد کی جائے، غربیوں کی جو لڑکیاں ہیں، ان کی شادی کراوی جائے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سے محاسبہ کرے گا، اور سخت باز پرس کرے گا۔ یہ ہمارا مال نہیں جسے ہم خرچ کرتے ہیں، بلکہ یہ اللہ کی امانت ہے، ہم اگر اس کو تقریبات میں خرچ کرتے ہیں تو غلط کرتے ہیں، اگر اس کو بے محل صرف کرتے ہیں تو ناجائز کرتے ہیں۔ ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم اس کو صرف کریں، ہمیں اس کی قلمبھونی چاہیے کہ کتنی یہاں میں اور یتیم ہیں، کتنے محتاج و مساکین ہیں جنہیں ضرورت ہے؟ ہمیں ان تمام جگہوں پر صرف کرنا چاہیے جہاں دوسروں کی مدد ہو سکے، اور اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

ان تمام معاصی سے پرہیز کرے۔ اگر روزہ کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا، تو اس کا اثر پورے گیا رہ ہمیں پر پڑے گا، اور اس کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی ہو گی۔

روزے کا منشا

چھٹی بات یہ ہے کہ روزہ جن چیزوں سے معمور کیا گیا ہے، اس کا لحاظ رکھیں، روزہ کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ نہ تلاوت کیا، نہ صدقہ، نہ خیرات کی، نہ تراویح پڑھی، صرف روزہ رکھ لیا، اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ توبہ و استغفار کا اہتمام ہو، دعا کی طرف زیادہ توجہ ہو، آخر شب میں اہتمام سے اٹھیں کیوں کہ اس کی زیادہ اہمیت ہے، اللہ تعالیٰ اس وقت پکارتا ہے کہ ہے کوئی میرادوست! جو مجھے پکارے اور میں اس کو سنوں۔ رسول ﷺ اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

خیرات و صدقات کا مہینہ

اس مہینے میں خیرات و صدقات بھی زیادہ کرے۔ رسول ﷺ نے اس ماہ مبارک کو شَهْرُ الْبَرِّ وَالْمُؤْسَأَ (۱) فرمایا ہے یعنی نیکی اور خنواری کا مہینہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف زیادہ توجہ ہو، اور صدقات و خیرات میں زیادہ حصہ لے، لوگوں کے حالات کا سراغ لگا کر پتہ چلائے، ان کے یہاں تھائے اور ہدایا بھیجیے۔ اللہ کے کتنے بندے ایسے ہیں، جن کو صرف روزہ اظفار کرنے کے لیے مسجد میں مل جاتا ہے، پھر وہ بھوکے رہتے ہیں۔ اس لیے ایسے ضرورت مندوں کا پتہ لگا کر ان کی مدد کی جائے۔ رسول ﷺ اس کا بڑا ہی اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے متعلق آتا ہے، أَجْوَدُ النَّاسِ صَدَرًا يَعْنِي لَوْكُوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ دوسرے موقع پر آتا ہے: فَأَهْوَ أَجْوَدُ مِنْ الرَّبِيعِ الْمُرْسَلِةِ، یعنی طوفان کی طرح سخاوت کرتے تھے، اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، اور دل کھول کر غربیوں، یہاں اور یقیموں کی مدد کرتے تھے۔

توبہ و استغفار کا مہینہ

انسان کو سمجھنا چاہیے کہ ہماری عبادت کیا، ہم تو اللہ تعالیٰ

تراتعِ رمضان کی انہم خصوصیت

اور قرآن مجید کی حفاظت کا بڑا ذریعہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حنفی ندوی مدظلہ العالی

بڑا فائدہ اٹھاتے ہیں، اور کلام الہی کو سننے اور سنانے میں رضاۓ الہی کا جو حصول ہے وہ دینی ترقی اور قبولیت کا قیمتی ذریعہ ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اس عمل سے قرآن مجید کی حفاظت کے عمل کو بڑی تقویت ملتی ہے، اور ایمان والوں کو اس کی تقویت کا ذریعہ بننے کی سعادت ملتی ہے، جس کی حفاظت کا اصلًا خود اللہ رب العالمین نے وعدہ فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الدُّجَّارَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹)
(ہم ہی نے اس نصیحت (نامہ) کو اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)

مسئلہ کی رو سے تراویح ایک سنت عمل ہے، اور وہ جماعت کے ساتھ عمل میں لا آئی جاتی ہے، اور رمضان کی خصوصیات میں داخل ہے، اس طرح وہ بہت اہمیت بھی رکھتی ہے، دین میں اس کی اہمیت اور حقیقت پر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے ”ارکان اربعہ“ میں جو تحریر فرمایا ہے وہ اس کے مختلف پہلوؤں پر اچھی روشنی ڈالتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس امت میں تراویح کی حفاظت اور اس کے اہتمام کا جذبہ بھی پیدا فرمایا ہے، تراویح کی نماز حضور ﷺ سے ثابت ہے، لیکن آپ نے تین دن پڑھ کر اس کو اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور مشقت کا باعث ہو۔“

ابن شہابؓ (زہری) روایت کرتے ہیں مجھ سے عروہ (ابن الزیر) نے بتایا وہ کہتے ہیں، مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار دریے سے رات میں اپنے گھر سے نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ اور کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کے

قرآن مجید ایک طرف تو انسانی رہنمائی کے لیے مجرمانہ سلط کی عظیم المرتبت کتاب ہے، دوسرے اس کا پڑھنا سعادت بھی ہے، اللہ رب العزت کے اس کلام قرآن مجید کا رمضان المبارک سے بہت خصوصی تعلق ہے، اسی ماہ مبارک میں وہ نازل کیا گیا، اس کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبِيَنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾

(رمضان کا ہمینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید اتارا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں راہ یابی اور (حق و باطل میں) امتیاز کی کھلی نشانیاں ہیں)

اور رمضان کے ہمینہ کی خصوصیات سے قرآن مجید کا تعلق بھی بہت ظاہر ہوتا ہے، اس ماہ مبارک میں وہ خوب پڑھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بہت پڑھے جانے کا انتظام ہے، خاص طور پر نمازوں میں اور تراویح کی نمازوں تو شاید خاص طور پر اسی لیے رکھی گئی ہے، وہ پروردگار عالم کا کلام مقدس ہے، اس لیے اس کا پڑھنا بھی اسلامی عبادت ہے، تراویح کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ایک بڑا ذریعہ بنایا ہے، اس کی وجہ سے قرآن سے اشتغال بہت ہی بڑھ جاتا ہے، اگر تراویح نہ ہوتی تو قرآن پر توجہ رمضان میں اتنی زیادہ نہ ہوتی، اسی تراویح کا نتیجہ ہے کہ پوری دنیا میں ہزاروں لاکھوں حفاظ قرآن پاک کو سناتے ہیں، جس کی وجہ سے قرآن پاک کی حفاظت کا بہترین انتظام ہے۔

رمضان المبارک میں تراویح کا عمل ایک مفید اور دینی تقویت کا بہترین ذریعہ ہے، نیز اس کا قرآن مجید سے بہت کھرا تعلق ہے، اس میں قرآن مجید کے سننے اور سنانے کا ایسا زریں موقع حاصل ہوتا ہے، جس سے سننے اور سنانے والے دونوں ہی

اللہ ﷺ نے صحابہ کو خطاب فرمایا اور کہا کہ:

”قد أظللكم شهر عظيم مبارك شهر فيه ليلة خير من ألف شهر شهر جعل الله صيامه فريضة وقيام ليله تطوعا“
 (تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے، جو بہت عظیم برکت والا
 مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے شب قدر جو ہزاروں مہینوں
 سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور
 اس کے رات کے قیام یعنی تراویح کو ثواب کی چیز بنایا)

تراویح کے سلسلہ میں امت کا جو طرز عمل رہا ہے اور ائمہ
 دین نے اس کا جواہتمنام کیا ہے، اس سے اس کی اپنی انفرادیت و
 خصوصیت معلوم ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام رات کے ابتدائی حصہ
 میں عشاء کی نماز کے ساتھ کیا گیا اور تجدید کا اہتمام اخیر شب میں،
 تراویح کی نماز جماعت سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
 نے میں رکعت فقہائے صحابہ کے مشورہ اور اتفاق سے مقرر کی،
 اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے
 امامت کرائی اور انہوں نے اس میں قرآن مجید سنایا، اس طرح
 صحابہ رضی اللہ عنہم نے عملی طور پر اتفاق ظاہر کیا اور اس کی وجہ سے
 یہ سنت ہر طرف عام ہو گئی اور یہ شرف و سعادت حضرت عمر رضی
 اللہ عنہ کے حصہ میں آئی کہ اس عظیم سنت کا اجر اُن کے ذریعہ ہوا
 اور قرآن مجید زیادہ سے زیادہ پڑھنے کا بھی یہ ذریعہ بنی اور حفاظ
 کے لیے بڑی مبارک ثابت ہوئی کہ وہ اس کے ذریعہ قرآن مجید کو
 اپنے سینہ میں محفوظ رکھتے ہیں، صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع
 تابعین اور دوسرے ائمہ و محدثین، علماء و فقہاء اور دین پر عمل کرنے
 والوں نے اس کا التزام کیا اور حرثیں شریفیں میں بھی اس وقت
 سے تسلیل کے ساتھ تراویح پڑھی جاتی ہے۔

قرآن مجید کامل کیے جانے کا عمل جاری ہے اور قرآن مجید کامل
 ہونے کے بعد یہ طریقہ برقرار رہتا ہے، اس طرح یہ دوالگ الگ
 سنتیں بھی ہوئیں، تراویح میں پورا قرآن مجید سنائے اور پورے ماہ
 مبارک تراویح پڑھی جائے، اگرچہ تراویح کی جماعت سنت کفایہ
 ہے، لیکن اتنی اہم سنت ہے کہ محدث جلیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی
 نے ”ماشیت بالسنة“ میں تحریر فرمایا ہے..... (باقی صفحہ کے پر)

متعلق گفتگو شروع کی، اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے، دوسرے
 روز جب آپ نے نماز پڑھی تو سب نے آپ کے ساتھ نماز
 پڑھی، پھر صبح ہوئی اور اس کا چرچا ہوا، تیسرا رات نمازوں کی
 تعداد بہت بڑھ گئی۔

رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھی اور سب
 نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، جب چھپی رات آئی تو نمازوں کی
 کثرت سے مسجد میں جگہ نہ رہی یہاں تک کہ جگہ کی نماز کے لیے
 باہر تشریف لائے اور نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ
 ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں کی موجودگی مجھ سے پوشیدہ نہیں تھی،
 لیکن مجھے ذرہ ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، پھر تم اس سے
 عائز ہو جاؤ، پھر رسول اللہ ﷺ وفات ہو گئی، اور یہی صورت
 رہی، آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل پیرار ہے اور
 اس امت نے مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں اس کی پوری
 حفاظت کی، یہاں تک کہ تراویح کی نماز تمام اہل سنت اور صاحبین
 امت کی علامت بن گئی، اس کے علاوہ اس سے حفظ قرآن میں
 بھی بڑی مدد ملی، اس سلسلہ میں بعض ان ممالک کے ساتھ جو مرکز
 اسلام سے بہت دور تھے، اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا، چنانچہ
 ہندوستان و پاکستان میں تراویح اور ختم قرآن کا جتنا اہتمام ہے
 اور عوام و خواص سب اس کے گرد یہ ہیں، یہ بات اس درجہ میں
 کسی اور ملک میں نہیں ملتی، یہاں محلہ کی چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں
 بھی تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور کم از کم ایک ختم ضرور ہوتا
 ہے، بڑی اور خاص مساجد میں کئی کئی ختم ہوتے ہیں، اور اس میں
 کوئی شبہ نہیں کہ اس سنت کے التزام کی وجہ سے حفاظت کی تعداد میں
 بہت نمایاں اضافہ ہوا اور رمضان کی خاطر پورے سال قرآن مجید
 کے دور کا معمول بن گیا، اور ایسے ایسے حفاظت پیدا ہوئے، جو حیرت
 انگیز کمالات رکھتے تھے، اور حفظ قرآن کے شعبے میں غیر معمولی اور
 ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ (ارکان اربعہ: ۲۶۹-۲۶۸)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کانڈھلویؒ نے فضائل
 رمضان میں شبہ اور این خزینہ کے حوالہ سے حضرت سلمان فارسی
 رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ آخر شعبان میں رسول

یورپ کے داخلی مسائل

ایک جائزہ

مولانا سید محمد واضح رشید حسني ندوی مدظلہ

مغربی تہذیب و تدنی کی ترقی اور بالادستی، مغرب کے سیاسی غلبہ اور اس کے نظام تعلیم و تربیت کی وجہ سے ناقابل زوال اور ناقابل تنقید نظر آتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یورپ اپنے مسائل حل کرنے کے بعد پوری دنیا کی قیادت کی قوت و صلاحیت رکھتا ہے، لیکن اگر یورپ کی سیاسی، معاشری اور سماجی حالت کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے تو ایسی تصور یہ سامنے نہیں آتی ہے جس سے مستقبل کے پارے میں کچھ نیک توقعات وابستہ کی جائیں، بلکہ جو تصور سامنے آتی ہے وہ مشرق کی تصوری سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔

جن ملکوں پر یورپ کے اثرات زیادہ غالب رہے ہیں، وہاں ذاتی مفاد اور مصیبت کی وجہ سے ظلم و ستم اور حق تلفی عام ہو رہی ہے، علاقائیت اور قومیت کی بنیاد پر عادوں میں پروان چڑھ رہی ہیں، رنگ و نسل اور زبان و تہذیب کے جھگڑے رونما ہو رہے ہیں، اور کمزور طاقتور کے ظلم و تشدد کا تختہ مشق بنا ہوا ہے، مظلوموں اور اقلیتوں کا زبردست استعمال ہو رہا ہے، اس جاہلیت کے آثار زندگی کے ہر میدان میں ظاہر ہو رہے ہیں، اور وہ نظام زندگی ختم ہوتا جا رہا ہے جس میں انسان اخلاقی اور سماجی زندگی گزارتا تھا، جس سے اجتماعی مزاج بناتا تھا، دنیا کے ہر حصے میں آج امتیاز و تفریق کے اسباب و محركات سراخہار ہے ہیں، پوری دنیا میں کھلکھل، تفرقہ اندازی اور باہمی جھگڑوں کا دور دورہ ہے، اور کوئی بھی ایسی طاقت نہیں ہے جو ان پر کنٹرول کر سکے اور قابو پاسکے۔

علاقائیت اور قومیت کی بنیاد پر دنیا تقسیم ہوتی جا رہی ہے، جس کے نتیجے میں ایک ہی ملک مختلف ملکوں میں تقسیم ہو رہا ہے، اور ایک ہی قوم کے مختلف عناصر آپس میں جنگ و جدال پر آمادہ ہیں، اس میں مذہبی اور فکری عصیت بھی سیاسی انداز سے شامل ہو گئی ہے اور اپنے مقصد کے حصول کے طبقات کا استعمال عام ہو رہا ہے،

افہام و تفہیم، تخلی اور رواداری کا دائرہ تھا، ہوتا جا رہا ہے، یہ سارے اسباب وسائل مغرب کی تحریکوں سے ماخوذ ہیں۔

سوویت یونین کے بھرنے کے بعد کیونٹ اتحاد زوال پذیر ہو گیا، جو مغربی یورپ کے استعمال کی راہ میں رکاوٹ تھا، لیکن اس کی وجہ سے دنیا دو بڑے نظاموں میں ہٹی ہوئی تھی، دونوں نظاموں نے اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ سازی اور جاسوسی، اور تجزیہ سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پوری دنیا میں کھلکھل اور انہا پسندی کی فضا قائم کر دی، ان دونوں بلاکوں میں جو ممالک شامل تھے وہ آپس میں ایک دوسرے کے حليف تھے، اور دوسرے بلاک کے دشمن اور بد خواہ تھے، یہ سارے ممالک جو کسی نہ کسی بلاک سے وابستہ تھے اور جن کے مفادات مشترک تھے، اور جن کی داخلی و خارجی سلامتی محفوظ تھی، الگ ہونے کے بعد نئی تفرقہ اندازی، آپسی پھوٹ اور داخلی انتشار و خلق شار اور انارکی سے دوچار ہیں، اب ہر بلاک مختلف بلاکوں میں منقسم ہو گیا ہے اور اندر وہی کھلکھل میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اور دوسرے ملکوں میں انتشار اور کھلکھل پیدا کرنے کو اپنی سلامتی اور ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

ان انسانی، تہذیبی، تجارتی، تعلیمی اور دینی امتیازات، رنگ و نسل، علاقائیت اور قومیت کے جھگڑوں اور تعصی رجحانات کا ہر وہ شخص مشاہدہ کر سکتا ہے جو موجودہ دور کے حالات سے واقفیت رکھتا ہے، وہ کسی ایک ملک کے مختلف طبقات و عناصر سے اگر تباولہ خیال کرے تو دیکھے گا کہ ایک ملک کے باشندے الگ الگ دائرے میں گردش کر رہے ہیں، اور وہ زبان، تہذیب و ثقافت، رنگ و نسل، دفاعی قوت اور تجارت و معیشت کی بنیاد پر مختلف حلقوں اور طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں، یہ اختلافات و امتیازات مشرق اور مغرب دونوں حلقوں میں پائے جاتے ہیں، جن سے خود یورپ اور ترقی یافتہ ملک محفوظ نہیں، جو کچھ سابق یوگو سلاوی، البانی، مقدونی، اندونیشیا، ایتھوپیا، سوڈان اور صومالیہ میں واقع ہوا، اور تونس، لیبیا، عراق، مصر اور شام میں اگر کھلکھل ہے تو برطانیہ اور یورپ کے کی ملکوں میں بھی قومی، نسلی رجحانات بڑھ رہے ہیں، ان رجحانات کا سبب یورپ کا وہ موقف ہے جو اس نے اپنے سیاسی اور اجتماعی مفادات کی وجہ سے اپنایا ہے، اور آزادی اور مقصد کے حصول کے

کچھ عرصہ پہلے ایک انہا پسند مذہبی گروہ نے امریکہ میں حکومت کو چینچ کیا اور پھر خود کشی کر لی، اس طرح کی فکر کے حامل گروہ یورپ کے ہر ملک میں پائے جاتے ہیں، یورپ میں ایسے نوجوانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں مادیت کے خلاف ر عمل پیدا ہو رہا ہے، اسلامی بنیاد پرستی کے خطرہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کیے جانے سے اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔

یورپ میں باہمی تکملش کے بہت سے اسباب ہیں، ان میں سے ایک سبب یہودیوں کا زندگی کے تمام شعبوں پر غلبہ ہے، جس سے غیر یہودی طبقوں میں بے چینی اور سخت ر عمل پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے، اور اس یہودی لاپی کے تسلط و اقتدار سے نجات پانے کے آثار محضوں کیے جا رہے ہیں۔

اس کے علاوہ یورپ میں سیاہ فام اور سفید فام کے درمیان زبردست تکملش بڑھ رہی ہے، دوسری طرف یورپ میں پوری دنیا پر امریکی تسلط کے خلاف ر عمل شروع ہو گیا ہے، امریکہ سے مدد لینے والے ملک بھی امریکی بالادستی کو ناپسند کرتے ہیں۔

جب سے مشرقی ملکوں میں یورپی سامراج کا آغاز ہوا ہے تب سے یورپ اپنے ملک کی خامیوں، برائیوں اور کمزوریوں سے چشم پوشی، اور دوسرے ملکوں کے عیوب و نقص کی ججو و تلاش کا عادی ہو گیا ہے، چنانچہ کوئی بھی مصر یا تجزیہ نگار یورپ کی موجودہ تہذیب و تمدن کی برائیوں اور خامیوں پر، اور یورپ اس وقت جن داخلی خطرات سے دوچار ہے ان پر ذرا بھی لب کشانی نہیں کرتا ہے اور نہ ہی کوئی تبصرہ کرتا ہے، بلکہ اپنی تمام تر توجہ خارجی دنیا پر مرکوز رکھتا ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ اندر وطنی پیاریاں بڑھتی جا رہی ہیں اور اس کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہے۔

یورپی تہذیب و تمدن کی بنیاد ہی زندگی کے متعین اصول و ضوابط اور روایات و اقدار کے خلاف بغاوت پر ہے، مذہبی روایات و اقدار کے خلاف بغاوت کے نتیجہ میں وہاں دور جان پیدا ہو گئے ہیں، نوجوانوں کا ایک گروہ ایسا ہے جو رہنمائی کی زندگی گزارنا چاہتا ہے، دوسرا گروہ وہ ہے جو ایسی زندگی گزارنا چاہتا ہے جس میں ہر طرح کی آزادی ہو، اور دینی روایات و اقدار کا پاس و لحاظ نہ کرنا پڑے، اس طرح یورپیں معاشرہ میں کھلا تضاد پایا جا رہا ہے، اس کے

لیے ہر قسم کے وسائل کے استعمال کا نظریہ ہے، اب یہ تکمیل خود یورپیں ممالک اور امریکہ میں جنم لے رہی ہے۔

جو لوگ مغربی دنیا کے حالات پر نظر رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یورپ کے مختلف ملکوں میں قومی و نسلی عصیت کے رجحانات بڑھ رہے ہیں، یہ قدیم سامراجی ممالک ہیں اور ہر ملک کے الگ الگ مفادات ہیں، اور اپنے اپنے ذاتی مفادات و اغراض کے حصول کے لیے ان میں رہیں جا رہی ہے، بھی قومی مفادات کا اختلاف ماضی میں کئی جنگوں کا سبب بن چکا ہے، اور آج پھر قومی اغراض و مفادات کی خاطر پوری دنیا میں انتشار و خلفشار اور انوار کی پھیلتی جا رہی ہے، بڑے ممالک جو مالی اور دفاعی مدد دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ چھوٹے ممالک کے تیئیں جو ان کی مدد کے محتاج ہیں، معافانہ رہو یہ رکھتے ہیں۔

یورپ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ افتراق و انتشار اور اختلاف و خلفشار کے یہ ٹیکنی اس کے خود بوئے ہوئے ہیں، وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ اختلافات ماضی میں خون خرابے کا سبب بن چکے ہیں۔

یورپ میں ان سیاسی، اقتصادی، تہذیبی اور سلی جھگڑوں کے ساتھ ساتھ عیسائی بنیاد پرستوں کا ایک طاقتور عضر بھی سرگرم عمل ہے اس عضر کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور یہ عصر امریکا، جمنی، برطانیہ، فرانس، اٹلی اور اپنیں بلکہ ہر یورپیں ملک میں زبردست قوت اور اثر و رسوخ کا حامل ہے، یورپ اس عصر کو اسلام اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے استعمال کرتا رہا ہے، اور اس کے لیے ہر ممکن وسائل فراہم کرتا رہا ہے، تاکہ وہ خارجی دنیا میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکے، لیکن جو ادارے عیسائی مشتریاں تیار کرتے تھے اب وہ بھی بنیاد پرستی کی تعلیم دے رہے ہیں، اور اب ایک ایسی طاقت کے ظہور کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں جو سیاسی قیادت سے متصادم ہو سکتی ہے، نوجوانوں میں اپنی پیاس بجھانے، نفس کو تسلیم بخششے اور شور شراپہ والی زندگی سے اکتا جانے اور بے چینی کا علاج کرنے کی غرض سے قلبی سکون حاصل کرنے کے ذرائع حاصل کرنے کا رجحان بڑھنے لگا ہے، اور جوں جوں مشرقی مذاہب و ادیان کا اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے، یہ رجحان بھی بڑھتا جا رہا ہے، اس کی علامتیں اکثر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

ورزیوں اور امریکی جرائم کے متعلق کویت سے نکلنے والے ہفت روزہ عربی میگزین "المجتمع" میں ایک روپرٹ شائع ہوئی تھی، اس کے سچے اہم اعداد و شمار پیش کرتے ہیں تاکہ یورپی تہذیب و تمدن سے جو لوگ مرعوب و مسحور ہیں اور امریکہ کی ترقی کا راگ الاتے رہتے ہیں وہ اندازہ کر سکیں کہ ان کا محبوب و ممدوح امریکہ انسانی حقوق کی پامالی اور جرائم کے ارکاب میں کہاں تک پہنچ گیا ہے۔

۳۲/میلین امریکی خطافلس سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں، ۱۲/میلین ایسے ہیں جن کے رہنے سبھے اور کھانے پینے کا کوئی ٹھکانہ نہیں، کوئی تظم نہیں، ۲۱ میلین ناخواندہ ہیں، پڑھنا لکھنا بالکل نہیں جانتے، صرف پچاس میلین امریکیوں کو ووٹ دینے کا حق ہے، جب کہ امریکہ کی مجموعی آبادی ۲۰۵ میلین ہے، امریکی صدر کے عہدہ پر فائز ہونے کا حق صرف مالداروں کو ہے، انسانی حقوق کی کھلے عام پامالی ہو رہی ہے کہ ایک میلین بچوں کا کوئی پرسان حال نہیں، ایک میلین امریکی بچے ملک سے باہر در بذریکی ٹھوکریں کھار ہے ہیں، اور ۱۳ میلین نیچے خطافلس سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں، اور ہر سال پانچ ہزار بچے قتل کیے جاتے ہیں، جو گروہ عورتوں اور بچوں کو یوغماں کر کے لے جاتے ہیں، وہ سالانہ سات عرب ڈالر کاتے ہیں، تازہ اعداد و شمار کے مطابق امریکہ میں ۲۰۰ میلین پرائیوریٹ اسلو بیکٹریں جب کہ ایک لاکھ سے زائد اسلو بیکٹے والی رجسٹرڈ کائنیں ہیں، ایک امریکی اپنی ایک سالانہ روپرٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک سال میں ستر ہزار اسلو استعمال ہوتے ہیں، ان میں سے ۵۰ ہزار کا استعمال غیر ملکیوں پر حملہ کرنے میں ہوتا ہے، اور باقی چوری، ڈاکر زندگی اور قتل و غارت گری جیسے جرائم میں ہوتا ہے۔

روس، فرانس اور اپنیں میں جرائم کا تناسب اس سے کہیں زیادہ ہے، اس کے علاوہ اخلاقی قدروں کی پامالی، ظلم و ستم قومی سطح پر ہو یا انفرادی زندگی میں وہ خدا کے عذاب کو دعوت دینے والا عمل ہے، اور اس سے کم تناسب پر پیش آنے والے واقعات ماضی میں کئی قوموں کی مکمل بتاہی کا سبب بن چکے ہیں، جو تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں، سب سے سکھیں بات یہ ہے کہ ان بداعمالیوں کو قانونی حیثیت دے دی گئی ہے، اور اس کی مخالفت کو قانونی ملکی اور خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔

افراد بلا تفریق مرد و عورت جانوروں جیسی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے نوجوان اپنی تہذیب و تمدن اور شافت سے بغاوت کر کے مشرقی ملکوں کا سفر کر رہے ہیں اور عبادت کا ہوں یا قبوہ خانوں اور خانی کے اڈوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اس طرح کے مناظر کوئی ڈھکے چھپے نہیں ہیں، بلکہ ہر بڑے شہر میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اور نوجوانوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو چوری، ڈیکیتی اور قتل و غارت گری جیسے سکھیں جرائم میں ملوث ہے، نوجوانوں کا یہ گروہ مالداروں کو یوغماں بنا لیتا ہے، اور مطالبات پورے نہ ہونے کی صورت میں ان کو قتل کر دیتا ہے، امریکہ اور فرانس کے اندر نوجوانوں میں جرائم کا رجحان اتنا بڑھ گیا ہے کہ گھونٹے پھرنے پر پابندی عائد ہے، عافیت پسند لوگ گھروں سے باہر نکلنے سے مجبور ہوتے ہیں، عورتوں اور کم سن بچوں پر مظالم عام ہیں۔ مادی اور عسکری طاقت وقت یورپ کا وہ آخری حریب ہے جس سے یورپ اپنا ہولناک اور گھنا و تاچڑہ چھپائے ہوئے ہے اور مادی عسکری طاقت وقت کے ہی ذریعہ ان رجحانات اور خطرات پر پردہ ڈال رکھا ہے، جو اس کے وجود کے لیے خطرہ پیدا کر رہے ہیں، لیکن نوجوانوں کا جرائم کا عادی ہو جانا اور قتل و غارت گری اور تجزیہ میں اعمال سے لذت اندوز ہونا یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یورپ امن و سلامتی اور خوشحال زندگی کے حصول میں بری طرح ناکام ہو گیا ہے، اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یورپ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق عالمی مسائل کا حل کرنے میں ناکام ہو گیا ہے۔

بہت سے عالمی مسائل کے حل کرنے میں ناکام ہو جانے کی وجہ سے اور باہم دست و گریباں طاقتلوں کو قلم و تشدید سے باز رکھنے میں بے بس اور ناکام ہو جانے کی وجہ سے یورپ کا پوری دنیا پر جو رعب و دبدبہ تھا تم ہوتا جا رہا ہے، جب یہ متفرق عناصر متعدد ہو کر طاقتور ہو جائیں گے تو عسکری طاقت وقت یورپ کو بچانیں پائے گی، جیسا کہ یہ عسکری طاقت وقت سو ویسی یو نین کو بچانے میں ناکام رہی ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں انسانی حقوق کی خلاف

نیک کاموں میں

جلدی اور استقامت

مولانا سید عبدالحسن ندوی

ان کے دل زیادہ دن گزرنے سے سخت ہو گئے ہیں، اور دینی شعائر پر عمل نہ کرنے سے ان کے دل غافل ہو گئے ہیں، اسی لیے انہوں نے اپنی من مانی شروع کر دی ہے، غرض کہ انہوں نے پورے دین کا حیہ بیکارڈیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اگر انہیں کے تناظر میں آج مسلمانوں کی زندگی کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے بھی دین کا حیہ بیکار کھا ہے، اور قرآنی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر مختلف خرافات میں بٹلا ہیں، اسی لیے ہمیشہ اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہر چیز کو صاف کیا جاتا رہے، اگر کوئی شخص کسی کرہ کو صاف نہ کرے تو اس کے اندر چانا مشکل ہو جائے گا، لہذا اسی طرح ایمان پر بھی گرد جم جاتی ہے، اور انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے، اور اس کے اندر قبول حق کی صلاحیت مردہ ہو جاتی ہیں، اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ ذکر دل کو صیقل کر دیتا ہے، حدیث میں آتا ہے جددوا ایمانکم بقول لا اله الا الله الیه یعنی اپنے ایمان کی تجدید لا اله الا اللہ کے ذریعہ سے کرو، کویا کہ ذکر اور اللہ والوں کے ساتھ بیٹھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، مگر سب سے پہلے انسان کی نیت کا صحیح ہونا ضروری ہے، ورنہ اس کے بغیر کچھ بھی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات اگر انسان کی نیت درست نہیں ہوتی ہے تو وہ جادہ مستقیم سے بہت دور بھی چلا جاتا ہے، جس طرح اگر جہاز کی سوئی اپنے متین رخ سے ذرا بھی ہٹ جائے تو وہ بہت دور چلا جاتا ہے، اسی لیے فرمایا گیا کہ اعتدال کے ساتھ چلنے ضروری ہے، اور اعمال کی پابندی کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ کسی کو نہیں معلوم کہ اس کا کون سا عمل عن الدنیا قبول کر لیا جائے، اسی لیے انسان کو آخری وقت تک عبادت کرتے رہنا چاہیے، یہاں تک کہ موت کے وقت اس کو حسن خاتمه نصیب ہو جائے، یعنی ایمان اور کلمہ کے ساتھ موت آجائے۔

روايات سے یہ بات صراحتہ ثابت ہے کہ جن اعمال کو بھی کرنا شروع کیا جائے ان کی پابندی بھی ضروری ہے، یہاں تک کہ ہر حال میں کرتے رہنا چاہیے، مرتبے مرتبے کرنا چاہیے، اور کرتے کرتے ہی مرنا چاہیے، اور مرتبے مرتبے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جس طرح مکلف کیا گیا ہے وہ اتنا ہی کام مرتبے دم تک انجام دے، اور انسان کو انہیں اعمال پر مکلف کیا گیا ہے جن کو وہ ادا کر سکتا ہو، مثلاً: اعمال میں سب سے اہم چیز پانچ وقت کی نماز

اعمال کی پابندی بہت اہم چیز ہے، خواہ انسان کے اعمال کم ہوں یا زیادہ ہوں، اس لیے کہ اعمال کی حیثیت درحقیقت علامات کی ہے، یعنی اعمال اصل نہیں ہیں، بلکہ رضاۓ الہی کے حصول کا ایک ذریعہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان نعمتوں کا شکر کوئی ادا کرہی نہیں سکتا اور چونکہ شکر کی ایک شکل اعمال ہیں، لہذا اگر کوئی شخص نعمت کے مقابلہ میں اعمال اختیار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، اسی لیے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گا تو یہ نمکن ہے، بلکہ اعمال کے کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ بنده خدا کو مانے والا اور خدا کی مانے والا ہے یا نہیں ہے، گویا اعمال سے خدا کی بندگی کا اظہار ہوتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو انہیں اعمال کا مکلف کیا ہے جن کو کرنا بھی نمکن ہو، یعنی ان اعمال کا حکم دیا ہے جن کے متعلق کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ ہمارے اندر ان کی بجا آوری کی صلاحیت نہیں ہے، غرض کہ اعمال کی بنیاد پر جنت نہیں ملے گی بلکہ اعمال گویا کہ علامت کے طور پر ہیں کہ جوان کو اختیار کرے گا وہ جنت پائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سرٹیفیکٹ دے دے گا، جس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح جہاز سے سامان جاتا ہے، تو اس کو جہاز پر رکھنے سے پہلے مشین سے چیک کیا جاتا ہے، پھر نشان لگادیا جاتا ہے، جو کہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ سامان پاس ہو چکا ہے، لیکن اس کے اندر کچھ شرائط رہتے ہیں کہ کون سا سامان لے کر جایا جاسکتا ہے اور کون سا سامان نہیں لیا جاسکتا، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی لمبیڈ معاملہ رکھا ہے، اور جو چیزیں منوع ہیں، ان کی نشاندہی بھی فرمادی ہے، تاکہ اس کی وجہ سے پکڑنہ ہو جائے، لہذا اگر کوئی شخص صحیح اعمال کے ساتھ جائے گا تو اس کے اعمال پر اجازت کا نشان لگ جائے گا، اور اس کو جنت مل جائے گی۔

قرآن مجید میں یہود و نصاری کی طرف یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ

رفاری کے باوجود بھی اپنی منزل تک پہنچ گیا تھا، اور خرگوش پیچھے رہ گیا تھا، اسی لیے انسان کو سلسلہ کے ساتھ چلانا چاہیے، اس کا خاص اثر مرتب ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی جگہ پر مستقل ایک ایک بوند پانی پیکتا ہے تو اس جگہ میں کچھ دنوں کے بعد ایک سوراخ نما ہو جاتا ہے، لیکن اگر اسی کے مقابلہ میں طوفان آجائے تو کچھ ہی دیر کے بعد ساری زمین پھر درست ہو جاتی ہے، لہذا اس سے بھی یہ سبق لیا جاسکتا ہے کہ اگر مستقل کوئی عمل کیا جائے چاہے وہ تھوڑا ہی ہو تو اس کا اثر بھی غیر معمولی مرتب ہو گا، جیسے ذکر کی پابندی ہے اس سے بھی دل پر اثر پڑتا ہے، اس کی مثال اسی ہے کہ جس طرح جب انگلی میں زخم ہو جاتا ہے، تو آدمی اس زخم کے ساتھ اپنے تمام کام بھی کرتا ہے لیکن زخم کو نہیں بھولتا ہے، اسی طرح جو شخص ذکر وغیرہ کی پابندی کرتا ہے، تو پھر وہ کسی بھی کام میں لگا ہوا ہو، لیکن اللہ کو نہیں بھولتا ہے، بلکہ اس کو اللہ ہمیشہ یاد رہتا ہے، اسی لیے ذکر کرایا جاتا ہے، مگر اس کے لیے پابندی ضروری ہے، ورنہ اس کا اثر کچھ بھی نہیں ہو سکتا، لیکن اگر انسانی کمزوری کی بنیاد پر کبھی کسی سے کوئی معمول باقی رہ جائے تو اس کو بعد میں بھی پورا کیا جاسکتا ہے، اور اس کا ثواب بھی ایسا ہی ہو گا جیسا کہ وقت پر پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اعمال میں اعتدال کے اندر یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان عبادات کے ساتھ صدقات کا بھی اہتمام کرے، جس وقت انسان کمانے پر بھی قدرت رکھتا ہو اس وقت کا صدقہ زیادہ موجب اجر ہے کیونکہ اگر انسان اپنے آخری وقت میں صدقہ کرتا ہے تب وہ مال اس کا نہیں رہتا بلکہ اس کی اولاد کا ہو جاتا ہے، اور یہ بھی انسان کا ایک بہت بڑا حکم ہے کہ انسان مال کو اپنا مال سمجھتا ہے، حالانکہ جس مال کو اس نے زندگی بھر بہت محبت کے ساتھ کیا تھا، چند ہی دنوں کے بعد وہی مال اس کی اولاد کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اور اسی طرح منتقل ہوتا رہتا ہے، غرض کہ کسی کے پاس مال نہیں رکتا ہے، جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اصل ملکیت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اور تمام مخلوق اسی کی کھدائی ہے۔

مگر افسوس کی بات ہے کہ آج امت کا ایک بڑا طبقہ نیک کاموں میں نہایت ستر روی کا رویہ اپناتا ہے اور شر کے ہر کام کو اپنا فریضہ سمجھتا ہے، جب کہ یہ بات اس کے ایمانی تقاضے کے خلاف ہے۔

ہے، جس کو ہر شخص ادا کر سکتا ہے، اسی لیے جو لوگ نماز ادا نہیں کر رہے ہیں وہ گویا کہ خدا کی بغاوت کر رہے ہیں، اور جو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں وہ اللہ کے حکم پر عمل کر رہے ہیں، لیکن اس کے بعد جنت خدا کے فضل ہی سے ملے گی، البتہ نماز ایک علامت ہے اس بات کی کہ انسان خدا کے احکام پر راضی ہے، لہذا اگر ہماری یہ علامات صحیح ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں جنت میں جانے کے لیے ان اعمال پر صحیح نکل لگ جائے گی، اسی لیے نماز کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے، یہاں تک کہ اگر کوئی کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، تو اس کو چاہیے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے، ورنہ لیٹ کر نماز پڑھ لے، اور اگر بھی فوت ہو جائے تو اس کی قضاء ضرور کر لے، گویا یہ تمام آسانیاں عطا فرمادی گئی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اندر اللہ نے نماز پڑھنے کی صلاحیت بھی رکھی ہے، ورنہ کھڑے ہونے پر استطاعت نہ ہونے کے بعد انسان سے نماز کو رفع کیا جاسکتا تھا، لہذا اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا ہے تو یہ اس کی اپنی کوتا ہی ہو گی، لیکن نماز کا فریضہ کسی سے ساقط نہیں ہو سکتا، سوائے چند استثنائی صورتوں کے، مثلاً: پاگل پر نماز نہیں ہے، اور خاص ایام میں عورتوں سے نماز معاف ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اس کے علاوہ بھی جو بقیہ اعمال ہیں وہ بھی ادا کرنا ضروری ہیں۔

لیکن اعمال کے اندر یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ انسان اعمال کے اندر اعتدال کو لخواز رکھے، ایسا نہ ہو کہ شروع میں انسان کو بہت جوش سوار ہو، جس کی وجہ سے ایسے وظائف بھی شروع کر دیئے جائیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو یہ درست نہیں ہو گا، بلکہ اعتدال کا راستہ اختیار کرنا نہایت ضروری ہے، اور یہ بیک ایسا نامانوس ہے کہ انسان اس کا آجانا غلط ہے، کیونکہ بسا اوقات انسان جذبات میں آکر بہہ جاتا ہے، اسی لیے ایسا کرنا مناسب نہیں ہو گا، بلکہ سوچ سمجھ کر کرنا ضروری ہو گا، اسی لیے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند ہے جو ہمیشہ کیا جائے، تو وہ بہت ہو جاتا ہے اور جو بہت کیا جائے لیکن ایک دم سے کیا جائے تو وہ ضائع ہو جاتا ہے، جس کے لیے کچھوے اور خرگوش کے مقابلہ والی مشہور ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھوائے

عورتوں کے لیے رکھا کریں جس میں پورے طور سے نکاح و طلاق کے مسائل اور شریعت کے احکام سنائے جائیں، انشاء اللہ ہمارے سماج میں راجح بہت ساری خرابیاں آپ سے دور ہو جائیں گی۔

جہاں تک بھارتیہ مسلم مہلا آندوں کی سہہ سستھا پک ڈکیہ کا سرکار سے نیا پرسلل لا لاؤ کرنے کی مانگ کا اور ان ہی جیسی چند خواتین کی سی نامنکور (بے نتیجہ دوڑ و ہوپ) کا تعلق ہے، اس کے بارے میں اتنا ہی کہنا کافی ہو گا کہ مقدموں میں جھوٹی گواہیاں دینے والوں کی سماج میں بھی کمی نہیں رہی ہے، جس دن راجیو گاندھی کے عہد حکومت میں پارلیمنٹ (لوک سجا) میں مسلم ملطقة بل پر رائے شماری ہو رہی تھی، پارلیمنٹ کے باہر سڑک پر کتنی ہی غیر مسلم عورتوں اس کے خلاف نفرے لگا رہی تھیں جنہیں بر قتے پہننا کر کھڑا کیا گیا تھا، بس ضرورت ہے آنکھیں کھلی رکھنے کی، سوچنے اور سمجھنے کی۔

اکثریتی طبقہ کو بڑی مہارت کے ساتھ بدظن کیا گیا ہے، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں دین اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام کی دین سے بھی آگاہ کیا جائے، ایک مثال سے بات واضح ہو جائے گی، ایک جگہ ایک عالم نے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے موضوع پر بڑی موثر اور مبسوط تقریب کی، اتفاق سے اس جلسہ میں ہمارے ہندو یونیورسٹی سے فارغ ہو کر نئے نئے ہوئے ہندو نوجوان جنہوں نے غازی پور شہر میں وکالت شروع کی تھی شریک تھے، تقریب کے اختتام پر انہوں نے کہا کہ اگر دینی تعلیم ایسی ہی ضروری ہے تو ہمیں بھی مسلمان بچوں کے حق میں اس کی وکالت کرنی چاہیے، مشکل یہ ہے کہ ہم نے اسلام کا تعارف صرف زبان سے کرایا لیکن اپنے عمل سے اس کی حقانیت کی گواہی نہیں دی۔

یوں تو یکساں سوں کوڈ کا شوشه آزادی کے بعد ہی چھوڑ دیا گیا تھا، لیکن وقت فریضی اغراض کے تحت اس ایشوش کا چھالے جانے کی ایک روایت قائم رہی ہے، چند ماہ قبل اس ایشوش کو جس طرح اچھالا گیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے پس پشت انتخابی سیاست کا فرماتھی، اس آگ میں تیل ڈالنے کا کام ہماری چند ماوں اور بہنوں نے نادانی سے کرڈا لایعنی اپنے شوہروں سے ناجاہتی و ناراضی کی بناء پر سیدھے پریم کورٹ پہنچ گئیں، وہ اپنے گھر کی چہار دیواری اور خاندان کے دائرے میں تصفیہ کر سکتی تھیں..... (باقی صفحہ ۲۲ پر)

وقت کا انہم ترین مسئلہ

مولانا عزیز احسن صدیقی غازی پوری

طلاق جس کا آج کل بڑا شہر ہے اور مسلمانوں کو اس کا طعنہ دیا جاتا ہے اور اس پر انگلیاں اٹھائی جا رہی ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بعض حالات میں مرد اور عورت دونوں کے حق میں نعمت ثابت ہوتا ہے، نہرو سرکار نے ۱۹۵۳ء میں اسلامی شریعت سے طلاق کی بعض دفعات کو مستعار لے کر ہندو کوڈ بل میں شامل کیا تھا۔ معلوم ہوتا چاہیے کہ جائز چیزوں میں طلاق سب سے زیادہ مبغوض چیز ہے، لیکن جہلاء نے اس کا ناجائز طریقہ اپنا لیا ہے، ہماری بے اعتدالی کی زندگی اس کا خاص سبب ہے، تنگی ترشی کہاں نہیں ہوتی، میاں صاحب باہر سے محنت مزدوری کر کے تھکے ہارے آئے، کسی بات پر غصہ آگیا، بس تین فارز جھوٹک دیئے، ایسے جاہلوں کو طلاق کے بارے میں بتانے کی ضرورت ہے، اگر واقعی طلاق ناگزیر ہو جائے تو تین مہینوں میں تین طلاق پاکی کے ایام میں دینا چاہیے تا کہ رجوع کیا جاسکے۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر مرد اور خواتین اسلامی دارالقضا کی طرف رجوع کرنے کے بجائے عدالت مجاز کا رخ کرتے ہیں، جہاں وقت بھی بہت لگتا ہے اور زیر باری بھی ہوتی ہے اور فیصلہ انسان کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ہوتا ہے جو خدائی قانون سے بہر حال متصادم ہوتا ہے یعنی خسر الدنیا والا آخرة کا مصدقہ ہوتا ہے۔

پرسنل لا بورڈ یہی باتیں مسلمانوں اور حکومت اور عوام کو سمجھانا چاہتا ہے، خواہ مخواہ ضد اور ہٹ وھری اچھی چیز نہیں ہے، مسلمان اپنی زندگی کو اسلام کے ساتھ میں ڈھال لیں اور اخلاف و نزع اس کی صورت میں اسلامی دارالقضا سے رجوع کریں تو سارے خرچے (جگہ) ختم ہو جائیں گے، نکاح خواں حضرات کو چاہیے کہ نکاح اور زمان و شوہر کے تعلقات کے سلسلہ میں ضروری باتیں بتادیا کریں، نیز مدارس اپنے سالانہ جلسوں میں ایک نشست خاص

معلوم ہوا کہ ہوتا وہ ہے جو اللہ چاہتا ہے، کسی کے بس میں پکھنیں۔

محبوبہ برق:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقَيُومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نُوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شاءَ وَسَعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يُؤْوِذُهُ حَفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ (آل عمران: ۲۵۵)

(وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جیتا ہے اور سب اس کے سہارے جیتے ہیں، نہ اس کو اونچھا آتی ہے اور نہ شیند، جو کچھ آسانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، کون ہے جو بغیر اس کی اجازت کے اس کے پاس سفارش کر سکے، ان کا اگلا پچھلا سب جانتا ہے، اس کے علم کے کسی حصہ کا بھی وہ احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کری آسانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی تکانی اس کو تحکماً نہیں اور وہی بلند و بالا بڑی عظمت والا ہے)

اس آیت میں بتا جا رہا ہے کہ وہی تھا اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جی و قیوم ہے، نہ اس کو اونچھا آتی ہے، نہ نیند آتی ہے، آسانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے، کس کو یارہ کہ اس کے پاس سفارش کر سکے، مگر یہ کہ اس کی اجازت ہو، یہ سمجھنے کی چیز ہے، اس سلسلہ میں بھی لوگوں کے اندر بہت غلط فہمیاں ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جو سفارش کریں گے اس میں آپ کو اختیار کامل ہے کہ آپ جو چاہیں، جس کی چاہیں سفارش کریں، اس آیت میں بات صاف کردی گئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اجازت سے ہی سفارش ہوگی، ایسا نہیں کہ جس کا جی چاہے وہاں کھڑا ہو جائے، اور سفارش شروع کر دے، سفارش جو کرے گا وہ اللہ کے حکم سے کرے گا، اللہ کی اجازت سے کرے گا، اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو یہ اجازت دیں گے، جن میں سب سے بڑا مقام سرکار دو عالم ﷺ کو حاصل ہے۔

شفاعت رسول ﷺ:

آپ ﷺ کو متعدد شفاعتوں کی اجازت ملے گی، اس میں

تو حیدر گیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

خلق ارض و سماء:

﴿بَدَبَّيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ★ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَفَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عَرَبِيٌّ﴾ (آل ابریح: ۱۰۲-۱۰۱)

(آسانوں اور زمین کو عدم سے وجود بخشنے والا ہے، اس کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں، ہر چیز کو اس نے پیدا کیا اور وہی ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے، وہی اللہ تھا رہار ارب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز اسی نے پیدا کی بس اسی کی بندگی کرو اور وہی ہر چیز کا کار ساز ہے)

اس آیت میں گویا عیسائیوں کی کھل کر تردید کی جا رہی ہے، جو کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ معاذ اللہ خدا کے بیٹے ہیں، اللہ فرماتا ہے کہ اس کی کوئی بیوی نہیں تو اس کا بیٹا کہاں سے ہو جائے گا اور بیوی اور بیٹے کے جو جھیلے ہیں، اس کے نتیجہ میں تو کیا کچھ ہوتا ہے، آدمی کہاں کہاں پر بیٹا ہوتا ہے، اللہ کی ذات تو ان تمام چیزوں سے پاک اور بری ہے، وہ تنہ ہے جو چاہتا ہے فیصلے کرتا ہے، وہ نہ کسی بیٹے کے دباؤ میں ہے، نہ کسی بیوی کے دباؤ میں، نہ اس کی کوئی بیوی نہ کوئی بیٹا، نہ کوئی ایسا کہ وہ اس کی بات ماننے پر مجبور ہو جائے، وہ تو جس کی بات مانتا ہے پیار میں مانتا ہے، مجبور ہو کرنیں مانتا، حضرت محمد ﷺ کی جو شفاعت ہو گی قیامت میں، وہ آپ ﷺ پر جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا کرم ہے اور اظہار محبت ہے، یہ اس کی ایک کھل ہے، ایسا نہیں ہے کہ آپ اگر کہہ دیں گے تو خدا خواستہ اللہ مجبور ہو جائے گا، گذشتہ صفات میں ذکر تھا کہ آپ چاہتے تھے ابو طالب مسلمان ہو جائیں، لیکن اللہ کی مرضی نہیں تھی، اس لیے مسلمان نہیں ہوئے،

تعلق نہیں، یہ آپ کی امت میں گویا نہیں ہیں، یہ آپ کی امت میں تھے مگر نکالے گئے، یہ ان خرافات اور بدعات کا نتیجہ ہے کہ جو لوگوں نے اپنی طرف سے اختیار کر لیں، اس کے نتیجہ میں وہ آپ ﷺ کی شفاعت سے بھی محروم کئے جائیں گے، الفاظ حدیث یہ ہیں:

”لیردن علی اقوام اُغْرِفْهُمْ وَيَعْرُفُونَنِی ثُمَّ يَحَالُ بَيْنِ
وَبَيْنَهُمْ، فَأَقُولُ: اَنْهُمْ مُنْتَهٰى، فَيَقُولُ: اَنْكُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَنَا
بَعْدَكُ، فَأَقُولُ: سَحْقًا سَحْقًا، لَمَنْ غَيْرُ بَعْدِی“ (صحیح البخاری)
(بہت سے ایسے لوگ میرے پاس پہنچیں گے کہ میں ان کو پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھ کو پہچانتے ہوں گے، لیکن پھر ان کے اور میرے درمیان دوری کر دی جائے گی، چنانچہ میں کہوں گا: یہ لوگ تو میرے (امتی) ہیں، تو جواب دیا جائے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے جانے کے بعد کیا کیا ہے، تو میں یہی کہوں گا کہ ایسے لوگوں کے لیے بلاست ہے جنہوں میرے بعد دین میں تبدیلی کر دی)

اس سے معلوم ہوا کہ شفاعت رسول ﷺ کے حکم سے ہو گی، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی آپ ﷺ کو اجازت دیں گے، تو اس کے بعد پھر آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے، اس سلسلہ میں لوگوں نے عجیب و غریب تصور قائم کر رکھا ہے کہ گویا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کری پ غضب ناک بیٹھا ہوا ہے، ہر ایک کو جہنم میں جھوٹکنا چاہتا ہے، اور محمد ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، بس آپ ﷺ کھڑے ہیں، گویا کہ اللہ سے جھوٹ رہے ہیں کہ سب کو جنت میں داخل کر دیا جائے، کسی کو جہنم میں نہ بھیجا جائے، یہ عجیب و غریب ایک تصور ہے کہ اللہ کو غضب ناک بتایا جاتا ہے، اور آپ ﷺ کو سراپا رحمت بتایا جاتا ہے، واضح رہے کہ جس طرح آپ ﷺ سراپا رحمت ہیں، یہ آپ کی رحمت اللہ ہی نے پیدا فرمائی، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ نے محبت کے سو حصے کئے، ایک حصہ دنیا میں بھیجا، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”اَنَّ اللَّهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلْقِهِ مائِةً رَحْمَةً، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً وَأَرْسَلَ فِي خَلْقِهِ كَلْهَمَ رَحْمَةً وَاحِدَةً“ (صحیح البخاری ۶۴۶۹)
(بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو سو حصوں میں پیدا فرمایا، پھر

شفاعت کبری بھی ہے، جس کی تفصیل حدیثوں میں آتی ہے کہ جب حساب و کتاب مکمل ہو جائے گا، اور لوگ چاہیں گے کہ جنت میں داخل ہوں، تو چونکہ اجازت نہیں ہوگی، لوگ پریشان کھڑے ہوں گے، چنانچہ تمام لوگ اپنے نبیوں کے پاس جائیں گے اور جا کر کہیں گے کہ آپ اللہ سے سفارش بخجھے کہ ہمیں جنت میں داخلے کی اجازت ملے، تو ہر نبی محدث کرے گا، یہاں تک کہ سب کے سب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئیں گے اور آکر کہیں گے کہ آپ ہماری سفارش کر دیجھے کہ اللہ ہمیں جنت میں داخل کرے، آپ فرمائیں گے کہ ہاں میں سفارش کروں گا، مجھے اس کا حق ہے، یہ حق اللہ تبارک و تعالیٰ آپ ﷺ کو عطا فرمائیں گے، اس شفاعت نبوی ﷺ کے متعلق واضح رہے کہ یہ نہیں ہوگا کہ آپ آکر کہیں: اے اللہ! ان سب کو جنت میں داخل کر دیجھے، جیسا کہ لوگوں کا تصور ہے، بلکہ اس کی ترتیب یہ ہوگی کہ آپ جائیں گے اور سجدہ میں پڑ جائیں گے، حدیثوں میں آتا ہے کہ ایسے کلمات حمد اللہ کی طرف سے القاء کئے جائیں گے جو کبھی نہ اس سے پہلے القاء کئے گئے اور نہ اس کے بعد القاء کئے جائیں گے، اور آپ ﷺ ان کلمات حمد سے اللہ کی حمد و شناہیان کریں گے، عاجزی فرمائیں گے، سجدہ میں گر کر گردگرد اسیں گے، پھر اللہ فرمائے گا کہ

”يَا مُحَمَّدُ ارْفُعْ رَأْسَكَ، سُلْ تَعْطِهِ، اشْفُعْ تَشْفِعَ“
(اے محمد! اپنے سر کو اٹھائیے، مانگنے عطا کیا جائے گا، سفارش بخجھے، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی) (صحیح مسلم: ۵۰۱)

یہ شفاعت کی اصل شکل ہے، جب آپ اللہ کے دربار میں عاجزی فرمائیں گے تو آپ کی شفاعت ہو گی، اور اللہ تبارک و تعالیٰ تمام لوگوں کو جنت میں داخل فرمادیں گے، پھر آپ ﷺ بہت سے گناہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے، لیکن یاد رہے کہ بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو شفاعت سے محروم ہوں گے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ حوض کوثر پر ہوں گے، کچھ لوگ آپ کے سامنے سے گذریں گے، آپ فرمائیں گے کہ میری امت کے لوگ ہیں، میں ان کی سفارش کروں، تو کہا جائے گا کہ نہیں، انہوں نے آپ کے بعد خدا جانے کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لیں، ان کا آپ سے کوئی

تواتر - رمضان کی اہم خصوصیت باقیہ:

محمد بن حنفیہ عبد الحق محدث دہلویؒ نے ”ما ثبت بالسنة“ میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ تواتر چھوڑ دیں تو اس کے چھوڑنے پر امام ان سے مقاتلہ کرے، تواتر اور اس کی جماعت نے وہ خصوصیت و احتیاز حاصل کیا کہ یہ اہل سنت والجماعت کا شعار بن گیا، چنانچہ رواض (شیعہ حضرات) اس سے پہلو ہی کرتے ہیں، غالباً یہی وجہ ہے کہ رواض کو عام طور پر قرآن مجید یاد نہیں ہوتا کیونکہ تواتر کی خصوصی تاکید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ملتی ہے، اس لیے وہ (شیعہ) اس سے دلچسپی نہیں رکھتے، لہذا وہ اس کے فیض سے محروم ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اور دیگر تمام صحابہ نے مل کر اس پر عمل کیا، اس مبارک اور عظیم ہونے کے لیے تہایہ بات ہی کافی ہے۔
یہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”فانه من يعيش منكم فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بستتي و سنة الخلفاء الراشدين المهدىين عضواً عليها بالنواخذة“ (ترمذی عن العرباض بن ساریۃ)

(بس تم میں سے جو بھی زندہ رہے وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو اس وقت تم پر میری سنت ضروری ہے، اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت، اس کو مضبوطی سے تھامے رہنا)

اس لیے تواتر اور تجد کا معمول جو رمضان کی راتوں میں رہا ہے، وہ اسی ماہ مبارک کی خاصیت ہے، رمضان کے بعد تجد کی سنت اسی طرح پورے سال باقی رہتی ہے، اور یہی وہ عظیم سنت ہے جس کا التزام رسول اللہ ﷺ نے سفر و حضروتوں میں کیا، اور جب اس میں کسی مشغولیت اور کسی سبب سے کسی رہ گئی تو صحیح اس کی کمی کو پورا فرمایا، آپ نے اس کا حکم نہیں دیا کہ امت دشواری میں نہ پڑے، لیکن تغیب دی اور شوق دلایا اور اس کی فضیلت بیان کی، چنانچہ تجد صالحین کا شعار بن گئی، البتہ یہ تنہ پڑھی جانی بہتر ہے۔

اس میں سے رحمت کے ننانوے حصے اپنے پاس روک لیے، اور ایک حصہ رحمت اپنی مخلوق میں دے دی (

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسی محبت کے اثر سے ماں بیٹے کو چاہتی ہے، باپ بیٹے کو چاہتا ہے، سب ایک دوسرے کو چاہتے ہیں، گویا یہ محبت کا ایک حصہ ہے، جس کے نتیجہ میں دنیا میں محبتیں پائی جاتی ہیں، اور محبت کے ننانوے حصے اللہ ہی کے پاس ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی بعض بعض ایسی مثالیں بیان فرمائی ہیں جیسے کوئی ماں ہو، وہ اپنے بیٹے کو آگ میں ڈالنا کوارہ نہیں کرتی، اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ ایسا شفیق ہے، اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آگ میں ڈالنا نہیں چاہتا، لیکن جب بندے خود غلط راستے پر پڑتے ہیں، خدا سے بغاوت کرتے ہیں، اور اس سے سرکشی کرتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو جہنم میں ڈالتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ان میں سب سے پہلے اس کی صفت رحمت، رحمان و رحیم کا ذکر ہے، جب سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اس میں بار بار رحمٰن و رحیم کا ذکر آتا ہے، لہذا یہ نہایت غلط تصور ہے کہ وہ غصب ناک ہے اور سب کو جہنم میں جھوٹ دے گا، اللہ کی شان عالی میں گویا کہ یہ ایک طرح کی گستاخی ہے، اس لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے، اپنے بندوں پر مہربان ہے، اس کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کو شفاعت کے لیے کھڑا کر دے گا کہ آپ سفارش کرتے جائیے، اور جن لوگوں کی آپ سفارش کریں گے ان کی بخشش کی جاتی رہے گی، اس میں ایک طرف آپ ﷺ کے مقام بلند کا بھی اشارہ ہے کہ آپ کو قیامت میں بھی نوازا جا رہا ہے، آپ ایک سردار کی طرح کھڑے ہیں اور سفارش کر رہے ہیں، دوسری طرف یہ اللہ کی رحمت کا مظہر بھی ہے کہ اللہ اپنی رحمت ہی سے آپ ﷺ کو سفارش کے لیے کھڑا کر رہا ہے اور آپ سفارش فرمارہے ہیں، تو یہ تصور صحیح ہونا چاہیے کہ وہاں جو بھی سفارش کرے گا وہ اللہ کی اجازت سے کرے گا، اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کے پاس سفارش کر سکے سوائے اس کی اجازت کے، جو کچھ بھی ان کے آگے پیچھے ہے، وہ سب جانتا ہے، اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ادنی سے ادنی علم کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے، مگر سوائے اتنے حصے کے جتنے کو اللہ چاہے، اپنے نبیوں کو، رسولوں کو اتنا حصہ دیتا ہے جتنا چاہتا ہے۔

لذت بہ کتب
کتب کے لذت

فراعنہ مصر تاریخ کے آئینہ میں

عبدال سبحان ناخداندلوی

- (۵) حاتھیوت؛ ۱۳۹۰-۱۳۶۸
- (۶) تحوتمس الثالث؛ ۱۳۶۸-۱۳۶۳
- (۷) انخوبت الثاني؛ ۱۳۳۴-۱۳۲۳
- (۸) تحوتمس الرابع؛ ۱۳۲۳-۱۳۰۵
- (۹) انخوبت الثالث؛ ۱۳۰۵-۱۳۶۷
- (۱۰) انخوبت الرابع؛ ۱۳۶۷-۱۳۵۰
- (۱۱) سعیج کارع؛ ۱۳۵۰-۱۳۷۲
- (۱۲) توت عنخ آمون؛ ۱۳۷۲-۱۳۳۹ (الشرق الادنی: ۱/۲۰۰)

ان کے بعد مزید دو اور بادشاہ ہیں جو اخباروں اور انیسوں خاندان کے درمیان حدفاصل ہیں۔

اس کے بعد انیسوں خاندان کا دور حکومت آیا، جو ۱۳۰۸ سے ۱۱۹۳/ق تک کل ایک سو چودہ سال تک جاری رہا، اس دور میں جو بادشاہ رہے ان میں بعض بادشاہوں کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کے دور کے فرعون ہیں، اس دور کا اولين بادشاہ رسیس اول تھا، جس کا دور حکومت صرف دو سال پر مشتمل رہا، اصل حکومت کی ابتداء اس کے بیٹے سنتی نے کی، اس کو اس خاندان کا حقیقی مؤس کہنا چاہیے، اس کا دور حکومت ۱۳۰۶ سے ۱۲۹۰/ق قبل سعیج تک کل سولہ سال رہا، اس نے مصر کی داخلی و خارجی سیاست کو منظم کیا، اور عوام کی حکومت کو اپنائی بنا کیا، بعد والوں کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔

اسی کا بیٹا رسیس ثانی تھا، جس کے عہد کو مصری فراعنہ کا نہایت شاندار عہد کہا جاتا ہے، اسی کو ہمارے بعض مفسرین فرعون موسیٰ قرار دیتے ہیں، اس کا عہد حکومت ۷/۶ سال پر محیط بتایا گیا ہے، اس نے نیا پایہ تخت بنایا، جس کا نام ”یورعمسو“ تھا، یعنی ”رسیس کا گھر“ یہ پایہ تخت ”دلَا“ کے مشرق میں قائم اور صان الحجر کے درمیانی خطہ میں واقع تھا۔ (الشرق الادنی التقدیم: ۱/۲۲)

مصری کا تیرسا اور سب سے تباہا ک دور ”الدولۃ الحدیثۃ“ یا ”دولہ الامپراطوریۃ“ کے نام سے پہچانا جاتا ہے، اسے فراعنہ کی تاریخ میں سب سے اہم ترین دور سمجھا گیا ہے، یہ دور ۱۵۷۵ سے لے کر ۹۵۰/ق قبل مسح تک پھیلا ہوا ہے، خاندان نمبر ۱۸ سے ۲۱ تک کل چار خاندانوں میں اس دور میں حکومت ہے۔

یہ دور کل ۶۲۵ سال پر مشتمل ہے، اس میں شروع کی چار صدیاں اس لحاظ سے ممتاز ہیں کہ ان میں مصر مشرق ادنی کی سب سے بڑی سلطنت کی شکل میں پورے خطہ پر چھایا رہا، خاص طور پر اخبار وال خاندان اس باب میں سب سے زیادہ ممتاز رہا، یہ خاندان ۱۵۷۵ سے ۱۳۰۸/ق قبل مسح تک کل دو سو سی سال مصر پر حکمران رہا، اس دور میں کل بارہ فرعون یکے بعد دیگرے حکراں بنے، اس عہد کا اولين فرعون ”احمس الاول“ تھا، اس نے مصر کو ہسکوس یعنی غیر ملکی قبضوں سے آزاد کیا، ہسکوس ایشیاء کے اجدہ اور گنوار لوگ تھے، جس طرح تاتاریوں نے بغداد کو تاریخ کیا، ہسکوس نے مصر کو تاریخ کیا، قریب دو سال تک یہ مصر اور اس کے ذخائر پر قابلِ بخش رہے، اس دور میں مصر میں مختلف خاندان حاکم رہے، لیکن ان کی کوئی حیثیت نہ تھی، اخیر میں احمس الاول نے ان کو مصر سے بے خل کیا، ان کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار بتائی جاتی ہے، انہوں نے خود احمس الاول سے یہ درخواست کی کہ ان کو اگر واپس جانے دیا جائے تو وہ جنگ بند کر کے واپس جانے کے لیے تیار ہیں، احمس نے یہ پیش قبول کی، اس طرح مصر کو آزادی ملی اور اس کا سنبھار دور شروع ہوا۔

اخباروں میں خاندان کے بارہ فرعون حسب ذیل ہیں:

- (۱) احمس الاول؛ ۱۵۵۰-۱۵۷۵
- (۲) انخوبت الاول؛ ۱۵۵۰-۱۵۲۸
- (۳) تحوتمس الاول؛ ۱۵۲۸-۱۵۱۰
- (۴) تحوتمس الثانی؛ ۱۵۱۰-۱۳۹۰

﴿وَدَمْرُنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ﴾ (الأعراف: ۱۳۷)
 (هم نے بتاہ کر دیا ان چیزوں کو جو فرعون اور اس کی قوم بنایا کرتی تھی)

”চنوع“ کا لفظ تغیرات کے لیے کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے، قوم خاد کے بارے میں وارد ہے:

﴿وَتَتَّخِلُّوْنَ مَصَابِعَ لَعْلَكُمْ تَخْلُّدُونَ﴾ (الشعراء: ۱۲۹)
 (تم بڑے بڑے محلات تغیر کرتے ہو گویا تم ہمیشہ یہیں رہنے والے ہو)

فرعون کے تذکرے میں نہریں کھدوانے کا تذکرہ ہے، قرآن ہر فرعون کی زبانی کہتا ہے:

﴿أَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ تَحْتَنِي﴾ (الزخرف: ۵۱)
 (کیا مصر کی بادشاہت اور میرے یقچے بہنے والی نہریں میری نہیں ہیں)

رسیس نے خزانے کو سونے سے بھر دیا تھا، اس کے اس عمل سے مال وزر کی محبت پک رہی ہے، خاص طور پر سونے سے اس کا تعلق بہت نظر آتا ہے، قرآن فرعون کی زبانی یہ بھی کہتا ہے:

﴿فَلَوْلَا أُلْقَى عَلَيْهِ أَسْوَرَةٌ مَّنْ ذَهَبَ﴾ (الزخرف: ۵۳)
 (اس نبی (موی) پر سونے کے لکن کیوں نہیں اتارے گئے)

ای طرح قرآن نے کنوں چھوڑ جانے کا تذکرہ بہت ہی اہتمام سے کیا ہے:

﴿فَأَخْرَجَنَاهُمْ مِّنْ جَنَّاتٍ وَعَيْنِينَ حَذَّرَوْ كُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ﴾ (الشعراء: ۵۷-۵۸)
 (هم نے ان کو باغات اور چشمتوں سے باہر کیا، خزانوں اور عمدہ ٹھکانوں سے بھی نکال باہر کیا)

ای طرح فرعون نے جو کارنا مے انجام دیے، ظاہر ہاتھ ہے اس کے لیے افرادی قوت کی ضرورت پڑی ہوگی، اس کام کے لیے بنی اسرائیل کو بڑی بے رحمی سے استعمال کیا گیا، دوسرے اس نے ڈھیر ساری عمارتیں محض اپنی شان و شوکت کو ظاہر کرنے کے لیے بنائی چکیں، قرآن کریم فرعون کو مسرف کہتا ہے، اس اسراف میں انسانوں کے ساتھ حد سے تجاوز کرنے کے معاملہ کے ساتھ ساتھ مالی اسراف بھی یقیناً شامل ہے۔ (جاری)

بعض موئرخین یہ بتاتے ہیں کہ حضرت موسی کے زمانہ میں فرعون نے بنی اسرائیل کے ذریعہ مشرقی ”دلتا“ میں جوشن کے خطے میں جوز بروست شہر آباد کیا وہ یہی تھا، اس فرعون کی عمر نوے سال کے قریب ہوئی، اس کے ۱۰۰ بیٹے اور ۵۹ بیٹیاں بتائی گئی ہیں، اس نے ۷۷ / سال حکومت کی، اس کے بعد حکومت اس کے فرزند منفخار کو فلی، موئرخین اسی کو فرعون موسیٰ قرار دیتے ہیں، جب کہ بعض موئرخین اسے فرعون موسیٰ مانتے ہیں میں متعدد نظر آتے ہیں۔

(قصہ الحضارة: ۱۸۱/۲)

لیکن تاریخ کا اعتبار کریں تو رسیس ٹانی کو فرعون موسیٰ مانا جاسکتا ہے، تاریخ اس کے دور کو مثالی دور قرار دیتی ہے، اور اس کی شخصیت کو مصر کی عظیم ترین شخصیت کے روپ میں پیش کرتی ہے، جس پر گویا عظیم فرعون کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اس نے نوبہ کے علاقہ کو زیر نگیں کیا، بعض ایشیائی ممالک کو اپنے تابع کیا، تین سال کے اندر اندر فلسطین پر اپنا تسلط قائم کیا، مصری خزانے کو سونے سے بھر دیا، پچاس دیواروں پر اپنے کارنا مے نقش کرائے، مصر میں کامیاب حکومت کی، زبردست تغیرات کیں، اس حد تک کہ مصر میں جو قدیم تغیرات پائی جاتی ہیں ان میں لگ بھگ نصف تغیرات اس کے دور سے منسوب ہیں، اپنا زبردست مقبرہ تغیر کروا یا جس کا نام رسمیوم ہے۔

ابی سنبل کے پاس پہاڑ پر زبردست ہیملک یعنی عبادت گاہ بنوائی، اپنے زبردست مجسمے ملک مصر کے طول و عرض میں نصب کروائے، کرنک کے مقام پر زبردست شاہی محل بنوایا، خلیج سوسرہ اور بحر ابيض متوسط کے ذریعہ سمندری تجارت کو فروغ دیا، دریائے نیل اور بحر احمر کے درمیان نہر کھدوائی، بارہ سو چھیس قلعہ سچ میں اس نے انتقال کیا، اسی نے بعض شعراء کو حکم دیا کہ رزمیہ شاعری میں اس کا تذکرہ نہایت اہمیت کے ساتھ کیا جائے، فرعون کے اس تاریخی تذکرے کو دیکھیں اور دوسری طرف قرآن کریم کے انداز بیان کو دیکھیں تو بہت بڑا اختلاف نظر نہیں آتا، یہاں فرعون کی جن فتوحات کا ذکر کیا گیا ہے، قرآن حکیم اسے ”فرعون ذی الاوتاد“ سے تعبیر کرتا ہے، یعنی وہ فرعون جس کے کھونے زمین میں گڑھ کے تھے، یہ تعارف اسی بادشاہ کا ہو سکتا ہے جو اپنی مملک پر پورا اختیار رکھے، فرعون عمارتوں کا ریاستا، قرآن کریم فرعون کی تغیرات کا تذکرہ یوں کرتا ہے:

نماز جمعہ کے لئے جانا کس اذان کے وقت واجب ہے؟

جمعہ کے لیے دو اذانیں دی جاتی ہیں، ایک جمعہ کی نماز اور خطبہ سے آدھا گھنٹہ یا ۲۰-۲۵/ منٹ پہلے، دوسرا اذان خطبہ شروع ہونے سے پہلے منبر کے سامنے دی جاتی ہے، آخر صرفت محدث عثمان رضی صرف پہلی دوسری والی اذان تھی، پہلی اذان کا اضافہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اجماع ہوا، اب سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو ذکر ہے کہ جمعہ کی اذان شروع ہو جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرو اور خرید و فروخت بند کرو: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِي للصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْحُجَّةِ فَاسْعُوا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ هُوَ أَسْمَاعُكُمْ﴾ اس سے مراد پہلی اذان ہے یا دوسری؟ محققین کے نزدیک اس سے پہلی ہی اذان مراد ہے جو خطبہ سے لگ بھگ آدھا گھنٹہ پہلے دی جاتی ہے، اس لیے کہ قرآن مجید میں مطلق طور پر ہے کہ جب جمعہ کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور بیچ روک دو، اور ظاہر ہے کہ یہ اذان بھی جمعہ کی اذان ہے۔ (شامی: ۱/۲۰)

اور اگر کئی مسجدوں میں جمعہ ہوتا ہو تو محلہ کی جس مسجد میں جمعہ پڑھتا ہے، اس کی پہلی اذان کا اعتبار کر کے کاروبار بند کرے اور مسجد کے لیے نکل پڑے۔ (حسن الفتاوی: ۳/۱۲۸)

خطبہ کوئی اور حصے نماز کوئی دوسرا پڑھائی:
اگر کسی وجہ سے خطبہ دوسرا شخص دے اور نماز دوسرا شخص پڑھائے تو ایسا کرنا جائز ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ جو خطبہ دے وہی نماز پڑھائے۔ (شامی: ۱/۲۰۸)

نماز عیدین کے احکام

عیدین کی مشروعیت اللہ تعالیٰ نے اظہار مسرت کے لیے کی ہے، دنیا کی ہر قوم کے مخصوص ایام ہوتے ہیں، جن کو وہ تھوار کے طور پر مناتے ہیں، اس میں اہو و لعب اور طرح طرح کی خرافات کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے عیدین کی مشروعیت کی، اس لیے کہ انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے کہ اس کے لیے کچھ ایام مسرت کے ہوں، لیکن اس مسرت کے انداز میں تبدیلی کروی، اس میں اہو و لعب کی اجازت نہیں دی، بلکہ اس موقع پر بھی

نماز جمعہ اور عیدین کے چند مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

گزشتہ شمارہ میں جمعہ کے چند احکام بیان کیے گئے تھے، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے مسائل کا بھی ذکر کر دیا جائے جو قابل توجہ ہیں:

خطبہ کے وقت چندہ کرنا:

بعض مساجد میں خطبہ کے وقت چندہ کا ذکر گھما یا جاتا ہے، یہ بات گذر پچلی ہے کہ امام کے خطبہ کے لیے نکلنے کے بعد نماز، بات چیت، یہاں تک کہ ذکر وغیرہ بھی جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ: ۱/۱۲۷)

تو اس عمل کی مخالفت کیسے ہو سکتی ہے، لہذا چندہ یا تو امام کے خطبہ کے لیے جانے سے پہلے کیا جائے یا نماز کے بعد اس کے لیے کوئی انتظام کیا جائے۔

خطبہ کے وقت لوگوں کی گردنبیں پھلانگنا:

اگر آگے جگہ خالی ہے اور خطبہ شروع نہیں ہوا ہے تو احتیاط کے ساتھ لوگوں کو تکلیف سے بچاتے ہوئے آگے بڑھنا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے، اس لیے کہ اس کو امام اور محراب سے قربت حاصل ہو جائے گی، اور بعد میں آنے والوں کو پچھلے حصہ میں جگہ مل جائے گی، لیکن جب خطبہ شروع ہو جائے تو اب پیچے چہاں جگہ مل جائے وہیں پیٹھ جانا چاہیے، اس لیے کہ گردنبیں پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا تو ایک تو لوگوں کو اس سے تکلیف ہو گی، دوسرے خطبہ کی حالت میں اس طرح کرنے سے انتشار کی کیفیت پیدا ہو گی۔ (ہندیہ: ۱/۱۲۷، شامی: ۱/۲۰۹) اسی لیے احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

مسافر کا جمعہ کی امامت کرنا:

مسافر میں جیسے جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں ہوتا ہے، ان کا جمعہ کی نماز پڑھانا جائز ہے، اسی طرح اگر جمعہ کی نماز میں صرف اسی طرح کے لوگ موجود ہوں جن پر جمعہ فرض نہیں ہے تو جماعت کی شرط ان سے پوری ہو جائے گی اور جمعہ ہو جائے گا۔ (شامی: ۱/۲۰۳)

اکبر اللہ اکبر لالہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و اللہ الحمد، پڑھنا۔ (شامی: ۶۱۲/۱)

عیدین کی نماز کا حکم:

جب کسی بستی میں جمعہ قائم کرنے کی شرائط پائی جاتی ہوں، (جن کا ذکر تفصیل سے کیا جا چکا ہے یعنی شہر یا قصبه ہو یا کم از کم تین ہزار آبادی کا گاؤں ہو) تو عیدین کی نماز پڑھنا واجب ہے۔ (شامی: ۶۱۱/۱)

عیدین کی نماز کا وقت ایک دو نیزے سورج کے بلند ہونے یعنی سورج نکلنے کے تقریباً ۱۵/۱۶ منٹ بعد سے شروع ہو کر زوال تک رہتا ہے، لیکن مسنون یہ ہے کہ جلد پڑھنے کی کوشش کی جائے اور خاص طور سے عید الاضحیٰ کی نماز عید کی نماز کے مقابلہ میں جلدی پڑھی جائے، تاکہ قربانی جلد کی جاسکے، جب کہ عید الفطر میں فطرہ کی ادائیگی کے لیے مزید وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ (شامی: ۶۱۳/۱-۶۱۵)

نماز عیدین کا طریقہ:

نماز عید شروع کرتے وقت مقتدی کے دل میں پا استحضار ہے کہ میں قبلہ رہو کر اس امام کے پیچھے دور رکعت واجب نماز مخچھ زائد بکبیروں کے ادا کر رہا ہوں، نیت کے لیے دل میں پا استحضار کافی ہے، زبان سے نیت کے کلمات ادا کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر کوئی زبان سے کہہ لے تو اچھا ہی ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ (الاشبابہ: ۸۲/۱)

پھر نیت کے بعد بکبیر تحریک کہہ کر ہاتھ بلند ہلیں، شاء پڑھیں، شاء پڑھیں، شاء سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے تین بار بکبیر کہیں، ہر دو بکبیر کے درمیان تھوڑا سا فضل رکھیں، دوبار ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں، تیسرا بار ہاتھ بلند ہلیں، پھر امام سورہ فاتحہ اور سورہ جہر اپڑھے، پھر رکوع سجدہ کر کے رکعت مکمل کر لیں، دوسری رکعت میں امام پہلے سورہ فاتحہ اور سورہ جہر اپڑھے، اس سے فارغ ہونے کے بعد امام مقتدی سب ہاتھ اٹھا کر تین بکبیریں کہیں، ہر بار ہاتھ چھوڑ دیں، پھر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کی بکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں اور بقیہ نماز پوری کریں۔

اگر کسی کی رکعت چھوٹ جائے، اور امام کو رکوع میں پا جائے تو رکوع میں بجائے قبیح کے تبعیع کے بکبیر کہے اور اگر رکوع بھی نہ پائے مکمل رکعت چھوٹ جائے تو جب نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہو تو پہلے سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھئے پھر تین بار بکبیر کہنے کے بعد رکوع میں جائے۔ (شامی: ۶۱۵-۶۱۷، ہندیہ: ۱۵۰/۱)

حکم ہوا کہ دور رکعت نماز پڑھی جائے اور اللہ کے حضور سر کو جھکایا جائے، بلکہ اگر ہو سکے تو اس کی رات کو بھی عبادت میں گزارا جائے، چنانچہ ابو داؤد میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مردی ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ان کے دو دن (یعنی نوروز اور ہجران) تھے، جن میں وہ کھیل کو دکرتے تھے، تو آپ نے دریافت فرمایا: یہ دو دن کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہم ان دونوں دنوں میں جاہلیت میں کھیل کو دکرتے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے ان دونوں کے بدلہ ان سے بہتر دن تم کو عایت فرمائے ہیں، عید الاضحیٰ اور یوم الفطر۔ (ابوداؤد)

اور عیدین کی راتوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص عیدین کی رات کا قیام اللہ سے ثواب کی امید کے ساتھ کرے تو اس کا دل اس دن موت کا شکار نہیں ہوگا جس دن سب لوگوں کے دل مر جائیں گے۔ (ابن ماجہ)

عید کے مسنون اعمال:

عید کے دن مندرجہ ذیل اعمال مسنون ہیں:

- ۱۔ قشل کرنا، ۲۔ مسوک کرنا، ۳۔ خوشبو لگانا اور جو کپڑے میر ہوں ان میں سب سے بہتر لینا، ۴۔ عید الفطر کی نماز سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھا کر جانا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مردی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عید گاہ نہیں جاتے تھے تا آنکہ چند کھجوریں کھالیں، اور یہ کھجوریں آپ طاق عدد میں کھاتے تھے۔ (بخاری) ۵۔ اگر صدقہ فطر واجب ہو تو عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا، ۶۔ بقر عید میں نماز کے بعد آکر قربانی کا گوشت کھانا، چنانچہ حضرت بریڈہ رضی اللہ عنہ سے مردی ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ عید الفطر کے دن نہیں نکلتے تھے یہاں تک کہ کھالیں اور بقر عید کو نہیں کھاتے تھے یہاں تک کہ نماز پڑھ لیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، داری) ۷۔ عید کی نماز عید گاہ میں پڑھنا، ۸۔ عید کی نماز کے لیے پیدل جانا، بلا ضرورت سواری پر نہ جانا، ۹۔ عیدین کے لیے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب عید کا دن ہوتا تھا تو راستہ تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ (بخاری) ۱۰۔ عید الفطر میں آہستہ آہستہ اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے آتے جاتے ہوئے راستہ میں بکبیر یعنی "اللہ

بادپوش کرتے ہیں کہ اس نے دھنٹلی مہم چھپیر کر مخالفین کے غباروں کی ہوا نکال دی اور لاکیشن سوچنے پر مجبور ہوا، دوسرا قومیں بھی سوچنے پر مجبور ہوئیں کہ اگر یہاں سول کوڈ کی زدانت کے سماج پر پڑی تو ان کا کیا حشر ہوگا۔

ہم مسلمانوں کو یاد دلانا چاہیں گے کہ سو سال پہلے انگریزوں کے ہدایت میں بنا رکھ کے محلہ دوی پورہ کے ایک قبرستان میں مردہ دفن کرنے کے سلسلہ میں نزارع پیدا ہوا، معاملہ عدالت تک پہنچا اور فیصلہ ہوا ملک کی آزادی کے تقریباً یا چالیس سال بعد، فیصلہ میں عدالت عظیٰ نے کہا تھا کہ مردہ نعش کی باقیات نکال کر کھینچ اور دفن کرو جائیں، مسلمانوں کو اسی سے اختلاف تھا، اور ہر حکومت نے عدالت کے حکم کی تعییں میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، پولیس ہی نہیں فوجی جوانوں کی پیاریں بھی لگادی گئیں، مشین گئیں نصب کرو گئیں، مگر انی کے لیے چنان بنائے گئے، خوف و دہشت کی فضاظائم ہو گئی، غرض کہ حالات بے حد دھماکہ خیز ہو گئے، لیکن مسلمانوں کا عدیم المثال اتحاد و عدالت حکم نامہ کی راہ میں سد سکندری بن گیا، ایک دن پہلے مسلمانوں کا ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے، مسلمانوں نے سارا کاروبار بند رکھا اور نیشنل کالج میں اکٹھا ہو گئے ان کے بے مثال اتحاد اور اجتماع کا اثر تھا کہ نہ قبر کھولی جا سکی نہ نعش کی باقیات نکالی جاسکیں، اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بنیادی مسائل پر اگر مسلمان متعدد ہو جائیں اور مل جل کر آواز بلند کرس تو وہ ضرور سنی جائے گی، کاش کہ مسلمانوں کا حالیہ اتحاد و اگی اتحاد و تجھی کا پیش خیمه ثابت ہو۔

مسلم خواتین کی جھوٹی ہمدرودی کے دعوے داروں نے یہ چنگ چھپیری ہی تھی اس غرض سے کہ مسلم سماج کو ڈسٹرپ کر کے چھوڑیں گے لیکن خدا شرے بر انگریز دکھیرا داراں باشد کے مصدقہ شرے خیر کا ظہور ہوا اور مسلمان از خود آپس میں جڑ گئے، ہم چاہیں گے تمام ممالک سے تعلق رکھنے والے علماء اس فضاظائم رکھنے کی کوشش کریں، جمعہ کے خطاب میں خاص طور سے مسلمانوں کے عائلی مسائل کے حل کی تدابیر اور شرعی احکام بیان کریں، مسلم معاشرہ و اسلامی خطوط پر لانے کی کوشش کریں، اور نزارع کی صورت میں اسلامی دارالقضاۓ رجوع کرنے کی صلاح دیں اور یہ بھی بتائیں کہ خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے کیا کچھ کرنا چاہیے، وقت اور حالات کا تقاضا ہے کہ موجودہ وقتوں الحاد کو داعی اتحاد میں پدنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

نماز کے بعد دوسری نمازوں کی طرح دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن دعا بجائے خطبہ کے نماز کے بعد کرنا بہتر ہے، مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ عورتیں دعا میں شرکت کے لیے جاتی تھیں، ”وَيَشْهَدُنَ الْعَجَزُ وَدُعَةُ الْمُسْلِمِينَ“ (مسلم)

اگر کسی شافعی المسنک یا ایسے امام کے پیچھے عیدین پڑھنے کا موقع ملے جو چھسے زائد تکمیریں کرتے ہیں تو امام کی ایجاد میں تمام تکمیریں کہہ لئی چاہیے۔ (شامی: ۶۱۵/۱)

عیدین میں نماز کے بعد خطبہ دینا مسنون ہے، اور مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ میں لگاتار ۹ مرتبہ اور دوسرے خطبہ میں لگاتار ۷ مرتبہ تکمیر کہہ کر خطبہ شروع کیا جائے۔ (شامی: ۶۱۷/۱) پارش چسے کسی عذر کی وجہ سے عید کی نماز کو دوسرے دن پڑھ سکتا ہے، اور عید الاضحیٰ کی نماز کو ۱۱/۱۲/۱۲ تک مُؤخر کیا جاسکتا ہے۔ (شامی: ۶۱۸/۱)

عیدین کی نماز کے بعد ملتا یا مصالحہ یا معافۃ کرنا امر مسنون نہیں ہے، ہاں اگر کسی سے اسی وقت ملاقات ہو تو اس سے مصالحہ یا معافۃ کیا جاسکتا ہے۔ (مجلس الابرار: ۲۹۸، شامی)۔

باقیہ: وقت کا اہم تزوین ہے

لیکن انہوں نے خاندان کے بزرگوں اور دین کے عالموں سے رجوع کرنے کے بجائے وکیلوں سے مشورہ کیا، ظاہر ہے وکیل صاحبان دنیاوی قوانین کا ہمی سہارا لے کر عدالت میں عرضی داخل کریں گے، عرضی داخل ہونے کے بعد پریم کورٹ نے حکومت سے رائے طلب کر لی اور حکومت حلف نامہ داخل کر کے مقدمہ میں ایک فریق بن گئی اور اس کو مسلم پرنسل لامیں مداخلت کا موقع مل گیا، پریم کورٹ کیا فیصلہ کرتی ہے اور یہاں سول کوڈ کے نفاذ کا مسئلہ کیا رخ اختیار کرتا ہے، یہ بعد میں سامنے آئے گا لیکن ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس ایشونے ملک کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کریا، پلیٹ فارم نہ تو سیاسی تھا، نہ انتخابی، بلکہ خالص دینی تھا، مختلف مسلکوں اور جماعتوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان آپ سے آپ اس پلیٹ فارم پر آگئے اور یہ آواز کہنے لگے کہ ہمیں اسلامی شریعت کے خلاف کچھ بھی قول نہیں۔

مسلم پرنسل لا بورڈ کی قیادت کو ہم سلام کرتے ہیں اور مبارک

بھی کیا جائے، گفتگو میں عصیت کی جھلک نظر نہ آئے، ایک ایسی گفتگو جس کے عناصر ترکیبی مذکورہ بالا ہوں اس گفتگو کے دور میں تباہ سے کوئی بھی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا، اسی چیز کو کلیم عاجز نے یوں بیان کیا ہے۔

بات چاہے بے سلیقہ ہو کلیم بات کہنے کا سلیقہ چاہیے
اب نمبر آتا ہے مجھ میں گفتگو کرنے کا، مجھ میں گفتگو کرنے کا طریقہ کیا ہونا چاہیے؟ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ایک شخص جو انفرادی اور جمیع ملاقات میں تو بہت عمدہ گفتگو کرتا ہے، اس کی رائے پختہ، ٹھوں اور مدلل ہوتی ہے، مختلف پرسن (person) کے لیے اس کا رد کرنا آسان نہیں ہوتا، اس کے سامنے صرف ایک راستہ ہوتا ہے کہ اس نظریہ کو اپنالے، اور اس رائے کو قبول کر لے، کیوں کہ وہ نظریہ پیش کرنے والا آداب گفتگو سے پوری طرح واقف ہوتا ہے، وہ انہی موضوعات کا انتخاب کرتا ہے جن پر اس کو پورا ملکہ حاصل ہوتا ہے، الفاظ کے انتخاب میں بھی وہ بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے، لیکن جب اس شخص کو مجھ میں خطاب کا موقع دیا جاتا ہے اور اس سے اپنے نظریات مجھ کے سامنے رکھنے کی گذارش کی جاتی ہے تو وہی شخص بے اعتمادی کی فضائیں جھوٹا نظر آتا ہے، کیوں کہ اس کو عوام کے سامنے بولنے کی مشق نہیں ہے، اور اس چیز نے اس کے اندر بے اعتمادی پیدا کر دی ہے، وہ باوجود اپنے علمی مقام و مرتبہ کے اس بے اعتمادی اور خوف کی نفیات سے نکل نہیں پاتا، لہذا اس سلسلہ میں سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ مجھ میں بولنے کی پریکش کی جائے، کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، علم میں وسعت اور گہرائی پیدا کی جائے، اپنے اندر اعتماد پیدا کیا جائے، اور گفتگو سے پہلے موضوع گفتگو پر تیاری گری گئی ہو۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس طرح ایک بچہ ماں کے پیٹ سے جب پیدا ہوتا ہے تو وہ خود سے کچھ نہیں کر سکتا، ہر کام میں وہ دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، لیکن وہ اس کام کو کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہے، اور اس کی بھی کوشش برگ وبارلاتی ہے، چلنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے، ایک وقت آتا ہے کہ وہ دوڑنے لگتا ہے، بھی حال ہمارا ہے، اگر ہم نے اس فیلڈ میں آگے بڑھنے کی کوشش جاری رکھی تو ایک وقت آئے گا کہ ہم نہ صرف ایک اچھے متكلم ہوں گے بلکہ ایک اچھے خلیب بھی ہوں گے اور ایک اچھے انشاء پرداز بھی ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے، ہماری ذات سے لوگوں کو دینی نفع پہنچے۔

گفتگو کا طریقہ کیا ہو؟

خلیل احمد حسنی ندوی

گفتگو کے جو طریقہ اس دور میں رائج ہیں وہ پرانے پیرین (pattern) سے مخذوذ ہیں، وقت کا ہر چیز پر اثر پڑتا ہے تو آداب گفتگو پر کیوں نہ پڑتا۔

ہم میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی شخصیت اڑ انگیز ہو، پرشش ہو، اس کی ایک پوزیشن ہو، ایک ایٹیشن ہو، لیکن اس کے لیے انفرادی اور اجتماعی ملاقاتوں میں پائے جانے والے فرق کی رعایت رکھنا ضروری ہے، جو شخص اس فرق کی رعایت نہیں رکھتا اور انفرادی ملاقات کو اجتماعی ملاقات کا صرف تکملہ قرار دیتا ہے، وہ اکثر دھوکہ کھاتا ہے۔

انفرادی ملاقات میں گفتگو کا طریقہ کیا ہوا، ہم میں سے ہر شخص روز آنہ نہ جانے لقی ملاقاتیں کرتا ہے، اس کی ان ملاقاتوں کا سلسلہ اس کے گھروالوں سے شروع ہوتا ہے اور دوستوں پر جا کر یہ سلسلہ موقوف ہوتا ہے، دھوکہ اس میں یہ ہوتا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں انفرادی ملاقات کے آداب سے ہم پوری طرح واقف ہیں، لیکن غلط فہمی کے شکار، ہم اس میں ایسی بنیادی غلطیاں کر رہتے ہیں جو ہماری شخصیت پر بد نہما داغ بن جاتی ہیں، اور ہم ان سے پھر نجات نہیں پاپاتے، اس سلسلہ میں ہم بنیادی غلطی یہ کرتے ہیں کہ ایسے موضوع کا انتخاب کر رہتے ہیں جس پر ہماری پہلے سے کوئی تیاری نہیں ہوتی ہے، اسی وجہ سے ہم اپنے نظریات سامنے والے کے سامنے مضبوطی کے ساتھ پیش نہیں کر پاتے، جس کی وجہ سے نہ صرف موضوع کی اہمیت کم ہو جاتی ہے بلکہ سننے والے کی بے تو جبی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی بے تو جبی اس کے چہرے سے ظاہر ہونے لگتی ہے، اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ ہم پہلے سے تیار شدہ موضوع کا انتخاب کریں، موضوع بھی دلچسپی کا حامل ہو، خونگوار ماحول میں گفتگو ہو، بات مدلل ہو، مقصد پیغام رسانی نہ ہو، بلکہ اس کو مطمئن کرنے کی کوشش ہو، الفاظ اور جملے آسان اور سہل ہوں، علمی قابلیت کا سکھ جانے کی فکر نہ ہو، سامنے والے کی رائے دلچسپی سے سنی جائے، اس کے ثابت پہلو کو قبول

انہتا پسندوں اور دہشت گردوں کا قلع قلع کرنا از بس ضروری ہے، جس کا سبب غیر ملکی جارحیت ہے، جس کی شروعات افغانستان میں روس کے بعد جارج بش نے کی اور پھر سانحہ ۹/۱۱ کا انتقام لئے کے لیے افغانستان پر چڑھائی کر دی اور صدر صدام حسین کو ایسی ہتھیار رکھنے کے ناکردار جرم میں سبق سکھانے کی خاطر عراق کو تباہ کر ڈالا، صدر اوباما نے عراق اور افغانستان کی جنگیں ختم کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ شام، لیبیا اور یمن میں مداخلت کے مرتكب ہوئے جس سے مسلمان ممالک میں القاعدہ، النصرہ اور دیگر تنظیموں کی جانب سے سخت عمل آیا ہے اور پھر داعش جیسی انہتا پسند تنظیموں کی جانب سے انتقامی کارروائیوں کا آغاز ہوا ہے، افغان طالبان سے منشی کے حوالے سے صدر ٹرمپ غلطی پر ہیں، کیونکہ وہ انہیں دہشت گرد سمجھتے ہیں جب کہ وہ حریت پسند ہیں اور گذشتہ پیشیں پرسوں سے اپنے طن کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرنے کی جنگ لڑ رہے ہیں، خطے میں پاسیدار امن کا قیام اسی وقت ممکن ہے جب ٹرمپ اس زمینی حقیقت کو سمجھ لیں گے۔

امریکی سیاست میں یہودی لائبی کو طاقتور حیثیت حاصل ہے، فلسطین کے حوالے سے ”دوریاستوں“ کے قیام کے اچنڈے کی تائید اور فلسطینی اتحارٹی کو ۲۴۰ ملین ڈالر کا عطیہ دینے پر یہودی سخت ناراض ہیں، اوباما کے اس عمل پر اسرائیلی وزیر اعظم نے سخت پر ہی کا اظہار کیا جب کہ ٹرمپ ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں، جس پر یہودیوں نے صدارتی انتخابات میں ٹرمپ کی مدد کی، جس کے نتیجے میں انہیں کامیابی نصیب ہوئی ہے۔

ٹرمپ کو اس حقیقت کا بھی ادراک ہے کہ روی صدر پیوں نے امریکی قیادت کو زد کر دیا ہے، جس کا توڑ حاصل کرنے کے لیے ٹرمپ نے سرجنگ کی سفارت کاری کو رد کرتے ہوئے پیوں سے روابط قائم کیے ہیں تاکہ دنیا کو کیا اچھتی نظام کی راہ پر لگایا جاسکے اور عالمی اقتصادی نظام کے خدوخال کو تبدیل کیا جاسکے۔

ٹرمپ نے امریکہ کو Trans Pacific Partnership سے الگ کر لیا ہے، کیونکہ TPP کا مقصد چین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو محدود کرنا ہے، جب کہ ٹرمپ ایک

صدر ٹرمپ کی پہلا سفر ارشادیت

جزل مرزا اسلام بیگ

نئے منتخب امریکی صدر صاف گوئی، غیر پلک دار رویے، دو ٹوک انداز گفتگو کے حوالوں سے دلچسپ شخصیت کے حامل ہیں، مشکل انتخابات کے بعد منتخب ہونے والے امریکی صدر نے اپنی انتخابی ہم کے دوران اپنے مستقبل کے منصوبے، سوچ کا پس منظر اور اپنی ذاتی شخصیت کے حوالے سے تمام باتیں لگی لیتی بغیر عیاں کر دی ہیں اور اپنی انتخابی ہم کے دوران چند اہم معاملات بھی انجھائے جو امریکی عوام کے لیے خاصی تشویش کا باعث ہیں، جن کی وضاحت ضروری ہے:

اگر اسی طرح مہاجرین کی آمد کا سلسلہ جاری رہا تو ۲۰۵۰ تک امریکی شہری نوکریوں سے محروم اور اقلیت بن کر رہ جائیں گے، یقیناً پہام رخصی تشویش کا باعث ہے، اس کے باوجود کچھ لوگ ٹرمپ کو نسل پرست کہتے ہیں جو درست نہیں، ہیلبری کے مقابلے میں تین ملین کم ووٹ لینے کے باوجود انتخابی کالج (Electoral College) نے انہیں صدر منتخب کیا ہے، معروف فلسفی رچڈ رورٹی نے ۱۹۹۸ء میں کہا تھا کہ ”نظام کی ناکامی کی وجہ سے غیر مضائقاتی ووٹ کسی مضبوط امیدوار کو منتخب کرنے کا فیصلہ کریں گے ایسا امیدوار جو انہیں یقین دلا سکے کہ منتخب ہونے کے بعد وہ لڑکھراتی ہوئی بیوروکری، شاطر قانون دانوں، منافع پرست تاجریوں اور جدت پسند پروفیسروں کو لگام ڈال سکے گا“، وہ مضبوط امیدوار ٹرمپ ہے جو آچکا ہے۔

چین کی مصنوعات کی بھرمار کی وجہ سے امریکی عوام کی حیثیت ”گا بک معاشرہ“ بن کے رہ گئی ہے جو امریکی صنعتوں کی بندش اور بے روزگاری کا سبب ہے اور معاشرتی عدم توازن بڑھ رہا ہے، جس کا سد باب کرنا لازم ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ چین سے اقتصادی جنگ شروع ہو جائے گی بلکہ خود اخصاری حاصل کرنا ضروری ہو گا۔

طااقت کو ثابت انداز سے استعمال کریں گے کیونکہ ریپبلکن پارٹی کو ایک چوتھائی صدی کے بعد کا نگریں پر کشتوں حاصل ہوا ہے جو ایک منفرد بات ہے، ٹرمپ کو صحیح راستوں پر گامزن رکھنا اداروں کی ذمہ داری ہے، اسی طرح ٹرمپ کے ذاتی فیصلہ سازی کے عمل کی نگرانی بھی ممکن ہوگی۔

افغانستان میں قیام امن کی کنجی ٹرمپ کے ہاتھوں میں ہے، امریکہ نے افغان مجاہدین کو شریک اقتدار کرنے کی بجائے انہیں انتہا پسند قرار دیا، جس سے افغانستان میں خانہ جنگی کی ابتداء ہوئی جو آٹھ سال تک چاری رہی، اس خانہ جنگی کی کوکھ سے طالبان نے جنم لیا جنہوں نے افغانستان پر اپنی عمل داری قائم کی اور پھر ۲۰۰۱ء میں امریکہ اور اس کے نیٹو اتحادیوں نے افغانستان پر چڑھائی کر دی، لیکن ناکام رہے، اور ٹکست سے دوچار ہوئے، لیکن اب بھی اپنی ٹکست تعلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، اور چند ہزار فوجی افغانستان میں بٹھائے ہوئے ہیں، سازشیں ہو رہی ہیں، یہ وہ تشویشناک صورت حال ہے جو ٹرمپ کو وراثت میں ملی ہے، لیکن جلد ہی اصل حقائق اور تبادل حقائق ٹرمپ پر عیاں ہو جائیں گے، جس سے انہیں اس معاملہ سے پہنچنے کا راستہ مل سکے گا۔

ٹرمپ نے اپنے رفقاء کا انتخاب کر کے اپنے حکمرانی کے رہ جان کی کافی حد تک وضاحت کر دی ہے، ان کے ساتھیوں میں میڈیڈاگ جزل ماس جیسے لوگ شامل ہیں، جو یقینی طور پر کارکردگی دکھائیں گے، انہیں نرم رویہ اپانا ہو گا کیونکہ ستاروں سے آرائے امریکی سر زمین افغانستان اور عراق کے کشت و خون سے لبریز میدانوں سے بہت مختلف ہے، ٹرمپ تازہ دل و دماغ کے ساتھ واٹھ ہاؤس میں داخل ہوئے ہیں، وہ کسی مہم ذہنیت کے اسیر نہیں ہیں، جس کی وجہ سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو افغانستان اور عراق میں شرمناک ٹکستوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، اب ایک بیٹھی صحیح کا آغاز ممکن ہے، کیونکہ وہ ایک ایسے صدر ہیں جو نہ صرف آزاد خیال اور شوخ طبیعت کے مالک ہیں، بلکہ ان پر اندر ورنی طور پر کوئی روک ٹوک بھی نہیں ہے۔

مختلف عالمی نظام کے داعی ہیں، جس کے خدوخال جلد نمایاں ہوں گے، ٹرمپ کے اس فیصلہ سے بھارت کو بسیکی اٹھانا پڑی ہے، کیونکہ اس اتحاد میں بھارت کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، اور اسے اوبامہ کی پالیسی کا اہم کردار تصور کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالاطور کے مطابع سے ٹرمپ کا صحیح نقطہ نظر سامنے آیا ہے، جب کہ امریکی میڈیا کے تبصرے مبہم ہیں اور حقیقت پسندانہ دکھائی نہیں دیتے۔

ہم میں سے اکثر کو ٹرمپ کے بارے میں یہ تشویش ہے کہ وہ امریکہ کا صدر بننے کے اہل نہیں کیونکہ ان کا محل سے عاری رویہ صرف طعنہ زنی تک محدود نہیں رہے گا، بجائے اس کے کہ وہ امریکی عوام کے غم و غصہ اور محرومی کے احساس کا مدارا کرتے وہ الٹا جلتی پر تیل ڈالنے کے مرتکب ہوں گے، ایک متعصبا نہ رہ جان اور شوخ طبیعت کا حامل شخص اس وقت صدر ہے جس پر اندر ورنی طور پر کوئی روک ٹوک نہیں ہو گی، اس طرح اچھے نتائج کی توقع عبث ہوگی۔

ٹرمپ اپنی حیثیت کی حدود کا اندازہ کرنے میں ناکام ہوں گے، اور عرب ڈالنے والے واعظی کی طرح حکومتی اختیارات استعمال کرتے ہوئے آئی آرائیں، ایف بی آئی جیسی آئینی ایجنسیوں کے ذریعہ اپنے ذاتی اہداف کو سلیمانیں گے، اپنا راستہ اپنانے کے لیے وہ جو چاہیں گے کر گزریں گے، یہی امریکا کی زندگی میں فیصلہ کن کردار کا حامل رہا ہے۔

ٹرمپ اس بات کو یقینی بنا سئیں گے کہ امریکی عوام میں ان کی مقبولیت قائم رہے، امریکی ایشی جنس اداروں کو ماسکو کے حوالے سے تند و تیز سوالات کا سامنا ہو گا جن کے مضرات کو محدود رکھنا ہو گا تاکہ ٹرمپ کے حوالے سے ملکی معاملات میں روای مداخلت کا اشارہ عوای نفیات پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

ٹرمپ صاف دل اور شوخ طبع شخصیت رکھتے ہیں جن پر اندر ورنی طور پر کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں ہو گی، یہی وہ رہ جانات ہیں جو ان کی کامیابی کی ضمانت ہوں گے، جب کہ ان کے پیشرو ناکام ہوئے تھے، فیصلہ سازی کے عمل میں ٹرمپ باعزم ہیں اور انہیں ایک کل وقٹی بیشل سکیورٹی کو نسل کی تائید بھی حاصل ہے، وہ اپنی

ارشاد ہے: ﴿وَنَاصِعُ الْمَوَازِينَ الْقُسْطُ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالٌ حَجَّةٌ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾ (الأنبیاء: ۴۷) (اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازوں قائم کریں گے تو کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر راتی کے دانہ کے برابر بھی کچھ ہوگا تو ہم اسے لا حاضر کریں گے اور حساب لینے کو ہم کافی ہیں)

آخرت پر ایمان لانے کا تیرابنیادی جز جنت کی نعمتوں اور جہنم کی اذیتوں پر ایمان رکھنا ہے، قرآن مجید نے اس مضمون کو بھی متعدد مقامات پر واضح کیا ہے، جنت کی نعمتوں کے متعلق ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَحْرِيْمٍ مِّنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ﴾ (التوبۃ: ۷۲) (اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے ایسی جنتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے شہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ کے لیے اسی میں رہ پڑیں گے اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں اچھے مکانات کا) اسی طرح جہنم کی اذیتوں کا ایک جگہ یوں تذکرہ ہے: ﴿إِنَّا أَعْنَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ شَرَادُقُهَا وَإِنْ يَسْتَغْنُوا بِمَاءَ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ﴾ (الکھف: ۲۹) (یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قاتمیں ان کو اپنے گھرے میں لے لیں گی اور جب وہ پانی طلب کریں گے تو تیل کی تلچھت جیسے پانی سے ان کی فریادری کی جائے گی جو چہروں کو جھلس کر رکھ دے گا)

واقعہ یہ ہے کہ آخرت پر ایمان لانے کا عقیدہ ہر انسان کی زندگی میں نہایت اہمیت کا حامل ہے، انسان کے اندر جس قدر یہ عقیدہ مضبوط ہوگا، اسی قدر اس کے اندر خیر کے اعمال کرنے کا جذبہ ہوگا، اور جس قدر اس عقیدہ میں سستی ہوگی اور اس سلسلہ میں غفلت سے کام لیا جائے گا، اسی قدر دین پر عمل کی راہیں مسدود ہوتی چلی جائیں گی، اور انسان کی زندگی چوب خشک کے سوا کچھ نہ رہ جائے گی، تبھی وہ بنیادی عقیدہ ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں انسان کی زندگی محض کھانے پینے اور خود غرضی سے تعبر رہتی ہے، موجودہ دور جو کہ خود غرضی وہا پرستی کا دور کھلا تا ہے، درحقیقت اسی بنیادی عقیدہ سے غافل ہونے کا نتیجہ ہے۔

آخرت پر ایمان

محمد امغار بخاری ندوی

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ): الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرَسُولِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرٌ وَشَرٌّ۔ (سنن الترمذی: ۲۸۱۵)

ترجمہ:- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاوے اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، اور آخرت کے دن پر اور اچھی بری تقدیر پر۔

فائده:- اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کے بعد ”آخرت پر ایمان“ اسلامی عقائد کا نہایت اہم ترین جز ہے، تکمیل ایمان کے شرائط میں یہ بات داخل ہے کہ انسان آخرت پر ایمان کامل رکھتا ہو، آخرت پر ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد سے لے کر حشر کا میدان قائم ہونے تک کے تمام مراحل پر یقین ہو، اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کی پیشی کا دھیان ہو۔

آخرت پر ایمان لانے کے تین اہم اجزاء ہیں، اول یہ کہ ہر انسان کو مرنے کے بعد قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اور تمام بني نوح آدم کے دوبارہ زندہ کرنے میں خدا تعالیٰ کو کچھ بھی مشکل نہ ہوگی، قرآن مجید میں اس چیز کو متعدد مقامات پر صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أُولَئِنَّى نُعِيدُهُ وَعَدْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾ (الأنبیاء: ۱۰) (جس طرح شروع میں ہم نے اس کو بہایا تھا دوبارہ اسی طرح ہم اس کو کر دیں گے، یہ ہمارے ذمہ ہے ہم کر کے رہیں گے)

آخرت پر ایمان لانے کا دوسرا اہم جز یہ ہے کہ ہر انسان کو قیامت کے دن اس کے کیسے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور اس سلسلہ میں ذرا بھی بے الناصی نہ ہوگی، قرآن مجید میں جزا اوزرا کے اس نظریہ کو بھی نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ایک جگہ

اعتكاف - چند ضروری مسائل

نکتے ہی اعتكاف ختم ہو جائے گا اور جب تک مسجد میں رہے گا اعتكاف کا ثواب ملتا ہے گا اگر نیت زیادہ وقت اعتكاف نفل کی کی تھی اور اس وقت کے پورا ہونے سے پہلے لکنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (شامی: ۱۳۲/۲، ہندیہ: ۱/۱)

اعتكاف سنت مؤکدہ: یہ اعتكاف آنحضرت ﷺ سے ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں کیا کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے ۲۰ دن کا اعتكاف کیا تھا چنانچہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: ”وَكَانَ يَعْتَكِفُ... الْحَدِيثُ“ (ہر سال آنحضرت ﷺ کو دس دن کا اعتكاف کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے بیس دن کا اعتكاف کیا)۔

رمضان کے آخری عشرہ میں مردوں پر یہ اعتكاف ایسی مسجد میں کرنا سنت مؤکدہ علی الکفار یہ ہے جس کے امام اور موذن ہوں خواہ اس میں پانچوں وقت کی نماز نہ ہوتی ہو۔ (شامی: ۱۳۰/۲)

سنت علی الکفایہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگرستی کے کسی ایک شخص نے بھی اعتكاف کر لیا تو پوری بستی والوں کی طرف سے کافی سمجھا جائے گا اور سنت کی ادائیگی ہو جائے گی اور کسی نے بھی نہ کیا تو سب تارک سنت ہوں گے۔ (شامی: ۱۳۱/۲)

اعتكاف کی شرطیں: واجب اور منسوخ اعتكاف اسی وقت صحیح ہو گا جب مندرجہ ذیل شرطیں پوری ہوئی ہوں:
۱- اعتكاف کی نیت ہونا بغیر نیت کے ظہر نے کو اعتكاف نہیں مانا جائے گا۔

۲- اعتكاف کا مسجد جماعت میں ہونا ویران مسجد میں اعتكاف معترضیں ہو گا، البتہ عورت گھر میں اعتكاف کر سکتی ہے۔

۳- مختلف کا روزہ دار ہونا بغیر روزہ رکھے واجب اور منسوخ اعتكاف معترضیں ہو گا۔

۴- مختلف کا جذابت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

اعتكاف کے لفظی معنی: بیٹھ یعنی ظہرنے اور کسی چیز کو لازم پکڑنے کے ہیں اور چونکہ اعتكاف کرنے والا اللہ تبارک و تعالیٰ کے تقرب کی نیت سے مسجد میں ظہر جاتا ہے، اور مسجد کا لزوم اختیار کرتا ہے لہذا اس عمل کو اعتكاف کہا جاتا ہے۔

اعتكاف کی قسمیں: اعتكاف کی شریعت میں تین قسمیں ہیں: اعتكاف واجب، اعتكاف سنت مؤکدہ اور اعتكاف نفل اعتكاف واجب: یہ اعتكاف نذر کرنے سے واجب ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کہے کہ میرے اوپر اتنے دن کا اعتكاف ہے، اس طرح کہہ دینے سے اتنے دنوں کا اعتكاف واجب ہو جائے گا، یا مطلع کر کے اس طرح کہے کہ میں مقدمہ جیت گیا، یا بیماری سے شفا یاب ہو گیا تو اتنے دن کا اعتكاف کروں گا تو اگر اللہ کے فضل سے وہ کام ہو جائے تو متعمینہ دنوں کا اعتكاف واجب ہو گا۔ (شامی: ۳۱/۲)

اس اعتكاف کے لیے روزہ شرط ہے، خواہ نذر کرنے وقت روزہ رکھنے کی نیت نہ کی ہو اس لیے کہ ابو داؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ”وَلَا اعتكاف الا بصوم“ (روزہ کے بغیر اعتكاف نہیں ہو سکتا)، بھی وجہ ہے کہ اگر صرف رات کے اعتكاف کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہو گا۔ (شامی: ۱۳۱/۲) اس کے وجوب کی دلیل بخاری میں آنے والی آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر مانے اسے اطاعت کرنا چاہئے“، اور بخاری ہی میں ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول امیں نے نذر مانی ہے کہ مسجد میں ایک رات اعتكاف کروں“، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اپنی نذر پوری کرو“۔

نفلی اعتكاف: جہاں تک نفلی اعتكاف کا تعلق ہے تو اس کے لیے روزہ شرط نہیں ہے، اور یہ کم وقت کے لیے بھی کیا جاسکتا ہے، اور زیادہ وقت کے لیے بھی اور اس طرح بھی نیت کی جاسکتی ہے کہ مسجد میں رہنے تک اعتكاف کی نیت کرتا ہوں پھر مسجد سے

حال اضطرار میں نکلنا: اگر مسجد منہدم ہونے کے
یا وہاں جان کا خطرہ ہو تو اس مسجد سے لکل کر دوسری مسجد میں جاسکتا
ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ: ۱/ ۲۱۲)

جمعہ پڑھنے کے لیے جانا: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف
کیا جہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے تو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے
جمعہ مسجد جاسکتا ہے، لیکن ایسے وقت میں نکلنا چاہئے کہ جمعہ مسجد میں
پڑھنے کے بعد پہلے کی سنتیں پڑھ سکے اور بعد میں سنتیں پڑھ کرو اپس
آجائے وہاں دیر تک ٹھہرنا خلاف اولی ہے، لیکن اس سے اعتکاف
فاسد نہیں ہوگا۔ (شامی: ۲/ ۱۳۲)

اگر مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت یا علاج و معالجہ کی
ضرورت کے لیے لٹکنے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ اگر استجاء
کے لیے لٹکنے وقت یا گھر سے کھانا لاتے وقت مریض کی عیادت
کر لی یا جنازہ کی نماز ہو رہی تھی اس میں شرکت کر لی اور دیر تک نہیں
ٹھہر ا بلکہ چلتے چلتے اس کو انجان دے لیا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

(البحر الرائق: ۳۰۲- ۲۱۲- ہندیہ: ۱)

علاج و معالجہ کی ضرورت ہو تو مختلف کے لیے باہر نکلنا جائز
ہے گناہ نہیں ہوگا لیکن اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۱/ ۱۲۱)
بیٹھی وغیرہ کا عادی شخص استجاء وغیرہ کے لیے باہر نکلنے وقت
ضرورت پوری کر سکتا ہے، خاص اسی کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہئے
لیکن اگر ایسا عادی ہے کہ اضطراری کیفیت ہو جاتی ہے تو اس کے
لیے نکلنا انسانی حاجت میں ہو جائے گا، اور اس کے لیے نکلنے سے
اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (رجیمیہ: ۵/ ۲۰۲)

جس طرح مرد کا اعتکاف مسجد سے نکلنے سے فاسد ہو جاتا
ہے، اسی طرح عورت اگر اعتکاف کی مخصوص جگہ چھوڑ کر آگلنے میں
طبعی ضروریات کے بغیر لکل آئے تو اس کا اعتکاف بھی فاسد ہو
جائے گا۔ (ہندیہ: ۱/ ۲۱۲)

حال اعتکاف میں اللہ جتنی توفیق دے عبادت میں مشغول
رہے، جس میں تلاوت ذکر و اذکار اور نوافل وغیرہ کا پڑھنا سب
 شامل ہے لوگوں سے بات چیت بھی کر سکتا ہے بلکہ عبادت سمجھ کر
خاموش رہنا مکروہ ہے، لیکن فضول باقوی سے پچنا چاہئے ضروری
باتیں موبائل پر بھی کرنا جائز ہے۔ (شامی: ۲/ ۱۳۷، ہندیہ: ۱/ ۲۱۳)

۵- مختلف کا عاقل ہونا لہذا پاگل کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا
ابتداء کی شرائط میں بلوغ نہیں ہے لہذا اگر سمجھدار بچہ اعتکاف
کرے تو معتبر ہوگا۔ (ہندیہ: ۱/ ۲۱۱)

مسجد سے باہر نکلنا کب جائز ہے؟
آنحضرت ﷺ حالت اعتکاف میں صرف بہت ضروری
امور کے لیے مسجد سے باہر نکلا کرتے تھے، چنانچہ بخاری و مسلم کی
ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”وَكَانَ لَا يَدْخُلُ
الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ“ (آنحضرت ﷺ صرف انسانی
ضروریات استجاء وغیرہ کے لیے گھر میں داخل ہوتے تھے)

ابو داؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:
”مختلف کے لیے سنت یہ ہے کہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے نہ
جنازہ میں جائے، نہ بیوی کو شہوت سے چھوئے نہ اس سے جماع
کرے اور صرف ایسی ضروریات ہی کے لیے لٹکے جن کے بغیر چارہ
کا نہیں ہے۔“

فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل ضروریات
اور اعذار کی بنیاد پر مسجد سے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے اگر اس طرح کی
ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا:
استجاء کے لیے نکلنا: چھوٹے اور بڑے استجاء کے
لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اس ضرورت کو گھر جا کر بھی پورا کر سکتا
ہے، آتے جاتے سلام بھی کر سکتا ہے لیکن اگر شہر کر بات کی تو
اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۱/ ۲۱۲، شامی: ۲/ ۱۲۳)

کھانے کے لیے نکلنا: اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو خود جا
کر کھانا لاسکتا ہے اس لیے کہ لانے والا موجود نہ ہو تو یہ بھی حرام
ضروریہ میں داخل ہے۔ (لطحاوی علی المرافقی: ۳۸۳)

غسل واجب کے لیے نکلنا: اگر احتلام ہو گیا ہو تو غسل
کے لیے باہر نکلنا جائز ہے، لیکن جمعہ کے دن غسل کرنے کے لیے
اسی طرح گرمی کے موسم میں مٹھنڈ ک حاصل کرنے کے مقصد سے
غسل کرنے کے لیے نکلنے کو عام طور سے فقهاء کرام منع کرتے ہیں،
لہذا اگر ان امور کے لیے غسل کرنا ہو تو مسجد کے کسی کنارے میں
غسل کر لے جہاں پانی کی نکاسی ہو جاتی ہو اور غسل کے بعد اس پر
پانی بہادے یا کسی شب وغیرہ میں غسل کر لے۔ (شامی: ۲/ ۱۳۳)

زنکوٰٹ - چند ضروری احکام و مسائل

﴿يَمْحُقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِيبُ الصَّدَقَاتِ﴾ (البقرة: ۲۷۶)
”اللَّهُ تَعَالَى سُودَكُومَثاً تَاهِ اُور صَدَقَاتَ کُو بُرْھا تَاهِ“

وجوب زکوٰۃ کی شرائط

یہ بھی واضح رہے کہ زکوٰۃ نہ ہر شخص پر فرض ہوتی ہے نہ ہر مال پر، بلکہ اس کے وجوب کے لیے اس شخص کا عاقل بالغ ہونا، صاحب نصاب ہونا، مال پر سال گزرنما، اس مال کا دین یعنی قرض سے خالی ہونا، اسی طرح اس کا حاجت اصلیہ سے خالی ہونا شرط ہے، ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

اموال زکوٰۃ

جن چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بنیادی طور پر وہ چار ہیں
(۱) جانور، (۲) سونا، (۳) چاندی (روپے بھی سونا چاندی ہی کے حکم میں شمار ہوتے ہیں)، (۴) مال تجارت۔

سونے چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب دو سورہم جبکہ سونے کا نصاب بیس مشقال ہے، علماء ہند کی تحقیق کے مطابق چاندی کے دو سورہم یعنی ساڑھے باون تولہ (۲۱۲، ۳۶۰ گرام) اور سونے کے ۲۰ مشقال یعنی ساڑھے سات تولہ (۸۷.۲۸۰ گرام) کے بقدر ہوتے ہیں، جہاں تک نقدی اور تجارتی سامان کا تعلق ہے تو ان کی ملکیت کا اندازہ بھی چاندی کے نصاب سے کیا جائے گا، یعنی اگر کسی کے پاس چاندی کے نصاب کے نصاب کے بقدر نقدر قدم یا تجارتی سامان ہے تو وہ شرعاً صاحب نصاب ہے۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ سونا چاندی چاہے استعمالی ہو یا غیر استعمالی، زیور کی شکل میں ہو، چاہے سکوں یا ظروف وغیرہ کی شکل میں اگر وہ نصاب کے بقدر ہے اور اس پر سال گزرنما جاتا ہے تو اس کی زکوٰۃ بہر حال واجب ہو جائے گی، سبھی حکم نقدر قدم کا بھی ہے، لیکن بقیہ دوسرے اموال یعنی عروض میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ تجارت کے غرض سے ہوں، ورنہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، قرآن پاک میں جگہ جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے، ”آپ ﷺ نے اس کا شمار اسلام کے پانچ بنیادی اركان میں فرمایا ہے۔“

صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قرآن پاک میں جو سخت ترین وعید سنائی گئی ہے اس سے روکنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الْدَّهَبَ وَالْفِضَّةَ..... فَلُؤْقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (التوبہ: ۳۴-۳۵)

”جو لوگ اپنے پاس سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کا اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو (اے نبی ﷺ آپ ان کو درد ناک عذاب کی خوش خبری سنادیجیے، یہ دردناک عذاب اس دن ہو گا جس دن اس سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپلایا جائے گا، پھر اس کے ذریعہ ان کی پیشانی، ان کے پہلو اور ان کی پشت کو داغا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، تو آج تم اس خزانہ کا مزہ چکھو جو تم اپنے لیے جمع کر رہے تھے۔“

لہذا ہر صاحب نصاب مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ پورا پورا حساب کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی کرے، بہت سے لوگ علی الحساب کچھ رقم یادو سری چیزوں غربیوں کو دے کر اپنے کو بری الذمہ سمجھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، پورا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

صدقات سے مال بڑھتا ہے

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتا ہی کرنے کا ایک بڑا بلکہ بنیادی سبب یہ خیال ہوتا ہے کہ اس سے مال کی ایک بڑی مقدار ہاتھ سے نکل جائے گی، اور اس کے عوض میں کوئی چیز بھی نہیں ملے گی، لیکن قرآن مجید میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے اور اس کا پورا اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے گھٹنا نہیں ہے، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

چاہیے کہ اس کے لئے اٹاٹے جامد ہیں یعنی بلڈنگ اور مشزی وغیرہ کی شکل میں اور کتنے اٹاٹے نقد خام اور تیار مال کی شکل میں ہیں، جتنے اٹاٹے جامد ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں ہوگی، اور جتنے اٹاٹے نقدیا خام اور تیار مال کی شکل میں ہوں ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر کمپنی کے اٹاٹوں کی تفصیلات نہ مل سکیں تو اس صورت میں احتیاطاً پوری قیمت کی زکوٰۃ ادا کر دیجائے۔

اور اگر شیئر زاس مقصد سے خریدے ہیں کہ جب بازار میں ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے لفظ کامیں گے تو اس صورت میں پورے شیئر ز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی، مثلاً آپ نے پچاس روپے کے حساب سے شیئر ز خریدے اور مقصد یہ تھا کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے لفظ حاصل کریں گے اس کے بعد جس دن آپ نے زکوٰۃ کا حساب نکالا، اس دن شیئر ز کی قیمت ساٹھ روپے ہو گئی تو اب ساٹھ روپے کے حساب سے ان شیئر ز کی مالیت نکالی جائے گی اور اس پڑھائی فیصلہ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

پراویڈینٹ فنڈ میں زکوٰۃ

زکوٰۃ فرض ہونے کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ اس پر انسان کا مکمل قبضہ بھی ہو، اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو قرض دیا اور بعد میں قرض سلینے والا اس سے انکار کر رہا ہے، بظاہر اس کا واپس ملتا دشوار ہے یا کسی جگہ کا ڈکر بھول گیا، یا کسی دریا وغیرہ میں گر گیا تو ان روپیوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، پھر جب غیر متوقع طور پر یہ مال مل جائے تو گذرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہوگی، یہ رقم جس وقت ملی ہے اس وقت سے اس کا حساب لگایا جائے گا۔ (ہدایہ: ۱۸۷/۱)

جہاں تک پراویڈینٹ فنڈ کا تعلق ہے تو اس میں ایک حصہ وہ ہوتا ہے جو حکومت اس میں ملکر دیتی ہے، جہاں تک اس دوسری اضافی رقم کا تعلق ہے تو خواہ اس کو انعام کہا جائے یا اجرت ملازم اس کا بھی مالک نہیں ہوتا ہے، لہذا اس پر گذرے ہوئے دنوں کی زکوٰۃ واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، قابل بحث صرف فنڈ کا وہ حصہ ہے جو ملازمت کے درمیان تخواہ سے کٹ کر جمع ہوتا ہے، اس کا معاملہ بھی یہ ہے کہ ملازمین کو اگرچہ اس پر ملکیت حاصل ہوتی ہے، لیکن اس پر

حولان حوال کا مطلب

فرضیت زکوٰۃ کی ایک شرط یہ بھی ہتائی گئی کہ اس پر سال گزر جائے، ورنہ زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، لیکن اس میں ایک ضروری بات یہ پیش نظر ہوئی چاہیے کہ اگر کسی کے پاس نصاب کے بقدر مال زکوٰۃ ہے تو اگر درمیان سال میں اس مال میں اضافہ ہوتا ہے تو اس مال زائد کا حساب پہلے سے موجود مال کی تاریخ سے کیا جائے گا، جب بقیہ مال پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ کے ساتھ اس زائد مال کی بھی زکوٰۃ نکالنا ضروری ہو گا، نہیں کہ ہر اضافی مال کے لیے الگ سال کا حساب کیا جائے، مزید یہ کہ سال گزرنے میں انگریزی مہینوں کے بجائے قمری مہینوں کا حساب کیا جائے گا۔

کس دن کی مالیت معتبر ہوگی

اموال تجارت کے بارے میں گذر چکا ہے کہ ان میں زکوٰۃ فرض ہے، مثلاً اگر کسی کی دکان ہے یا کوئی کار و بار ہے، تو سال گزرنے کے بعد اس کے پاس جو کچھ نقدی یا سامان ہے اس کی زکوٰۃ اس پر فرض ہے، اور سامان کی ملکیت لگاتے وقت ان کی اس دن کی مالیت کا اعتبار کیا جائے گا جس دن وہ ان کی زکوٰۃ ادا کر رہا ہے۔

حاجت اصلیہ کا مطلب

جو چیز اصلی ضرورتوں کے لیے ہو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، اصلی ضرورت کی مثال میں فقہاء نے رہنے کے مکان، پینٹنے کے کپڑے، سواری کے جانور اور گاڑی، زراعت یا فیکٹری کے آلات اور مشینی وغیرہ نیز گھر کے فرنچیز وغیرہ چاہے یہ اشیاء کمی ہوں اور ان کو کرایہ پر اٹھاتا ہو تو بھی ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کی مقدار

زکوٰۃ کی مقدار واجب کسی بھی مال میں اس کا چالیسوائی حصہ یا ڈھائی فیصد مقرر کی گئی ہے۔

شیئر ز پر زکوٰۃ

زکوٰۃ ہر طرح کے تجارتی سامان پر واجب ہے، خواہ وہ مویشیوں کی تجارت ہو یا گاڑیوں کی یا زمین کی، اور چونکہ شیئر ز بھی سامان تجارت میں داخل ہیں لہذا ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، اگر کسی نے شیئر ز اس مقصد سے خریدے ہیں کہ ان پر سالانہ منافع حاصل کرے گا ان کو فروخت نہیں کریں گا تو اس کو اپنی کمپنی سے تحقیق کرنی

صاحب کے قول ہی پر ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک دونوں کو اجزاء کے اعتبار سے ملایا جائے گا، یعنی وزن کے اعتبار سے اگر آدھا نصاب سونے کا آدھا چاندی کا، یادو تھائی سونے کا اور ایک تھائی چاندی کا یا ایک چوتھائی سونے کا اور تین چوتھائی چاندی کا پایا جا رہا ہو تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

امام صاحب کے مفتی پر قول کے مطابق اگر سونے چاندی کی معمولی مقدار بھی کسی کے پاس ہو تو وہ صاحب نصاب بن جائے گا، اور اس کے لیے زکوٰۃ لیتا جائز نہیں رہے گا، حالانکہ اتنی معمولی مقدار بالکل معمولی لوگوں کے پاس بھی عام طور سے رہتی ہے، اس تناظر میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا موجودہ حالات میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟ اس لیے کہ صاحبین کا قول اختیار کر لیا جائے تو اس میں زکوٰۃ دینے والے اور لینے والے دونوں کا خیال ہو جائے گا اور توازن قائم رہے گا۔

رقم کے خیال میں ایسا کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے کہ اس مسئلہ کا تعلق حالات کے بدلتے سے ہے، اور یہ بات متفقہ ہے کہ حالات بدلت جائیں تو حکم بدلت جاتا ہے، پھر یہ تو افقاء کے اصول میں بھی لکھا ہوا ہے کہ اختلاف اگر صاحبین اور امام صاحب کے درمیان ہو تو مجہد مفتی ان میں سے کسی پر بھی فتویٰ دے سکتا ہے (الہذا الجماعی اجتہاد کے اس دور میں علماء کا اتفاق ہو جائے تو اس کی گنجائش ہو گی) پھر امام صاحب کی ایک روایت صاحبین کے قول کے مطابق بھی ہے، الہذا امام صاحب کے اس قول کا استحباب پر محول کر کے تطبیق دی جاسکتی ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت امفتی میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سامان تجارت والے مسئلہ میں مفتی پر حکم سے بہتر کی اجازت نہیں دی جاسکتی، جبکہ دوسرے مسئلہ میں اگر علماء اتفاق کر لیں تو اس کی گنجائش ہے۔

زکوٰۃ کے مستحقین

زکوٰۃ کی حیثیت چونکہ مخفی عام اتفاق اور انسانی مدد کی نہیں ہے بلکہ یہ ایک اہم اسلامی عبادت اور شرعی فریضہ ہے، اس لیے شریعت نے اس کے مصارف اور مدت خرچ خود متعین کر دئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قبضہ حاصل نہیں ہے الہذا اس رقم پر بھی گزرے ہوئے دونوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، علماء محققین کا رجحان اسی طرف ہے۔

قرض کا ادا کرنا

اگر کوئی شخص مالک نصاب ہے، لیکن ساتھ ہی وہ مقرض بھی ہے تو قرض کے بقدر مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، اگر قرض کے بقدر منہا کرنے کے بعد بھی نصاب کے بقدر مال باقی رہا ہے تو اس پر اسی کے بقدر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

سوونے اور چاندی کو حضم کرنا

اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ (۶۱۲/۳۸۰ گرام) سونا نہ ہو، لیکن اس کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی موجود ہو تو کیا اس کے اوپر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی؟ اس مسئلہ میں دو آراء ہیں:

۱- امام شافعی اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، اپنی معرفہ الاراء تصنیف "الام" میں اس پر امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس کے پاس نہ سونے کا نصاب ہے نہ چاندی کا تو اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہو سکتی ہے جبکہ دونوں الگ الگ جنس ہیں۔

۲- دوسری رائے احتلاف اور بعض دوسرے حضرات کی ہے کہ اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اس پر استدلال بکیر ابن عبد اللہ الاشجع کے اثر سے ہے کہ زکوٰۃ نکلنے میں صحابہ کا طریقہ چاندی اور سونے کے ملانے کا تھا، پھر دونوں با اختصار نہیں ایک ہی جنس ہیں۔

بہر حال عقلی دلائل دونوں طرف سے مضبوط ہیں لیکن نقی دلیل میں اس اعتبار سے فریق اول کا موقف کچھ مضبوط قرار دیا جاتا ہے کہ حضرت بکیر کی روایت حدیث کی کتاب میں نہیں ملتی ہے، پھر امام ابو حنفیہ اور صاحبین کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ سونے اور چاندی کو ملانے کی کیفیت کیا ہو گی؟

امام ابو حنفیہ کے نزدیک دونوں کو قیمت کے اعتبار سے ملایا جائے گا یعنی اگر کسی کے پاس دو تولہ سونا اور دو تولہ چاندی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ دو تولہ سونا اگر بیش دیا جائے تو کیا ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی حاصل ہو جائے گی، اگر اتنی مقدار میں چاندی حاصل ہو سکتی ہو تو وہ صاحب نصاب مانا جائے گا، فتویٰ امام

چنانچہ شوہر یوں کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتی، ان دور شتوں کے علاوہ تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، جیسے: بھائی، بہن، پچھا، پھوپھی اور خالہ وغیرہ، لیکن شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جا رہی ہے وہ زکوٰۃ کا مستحق ہو، یہ بھی خیال رہے کہ اتنے اقارب کو اگر یہ بتا کر زکوٰۃ دی جائے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تو ہو سلتا ہے کہ وہ عارضوں کریں، اسی لیے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت اس کا زکوٰۃ ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے۔

مستحق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ضروری شرط یہ کہ مستحق مسلمان ہو چنانچہ غیر مسلم مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”زکوٰۃ مسلمان مالداروں سے ملی جائے گی اور نادار مسلمانوں پر صرف کی جائے گی۔“ (بخاری: ۱۳۹۶)

☆ مدارس میں زکوٰۃ خرچ کرنے میں زیادہ ثواب ملے گا، ایک زکوٰۃ کا دوسرا علم کی اشاعت اور تحفظ دین کا۔ (ہندیہ: ارجے ۱۸۷)

☆ اسی طرح قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دہراً ثواب ہے، ایک زکوٰۃ کا دوسرا صدر حجی اور قرابت داری کا۔ مثلاً بھائی، بہن، پچھا، پھوپھی، ماموں، بھائجے وغیرہ کو زکوٰۃ بینا شرعاً درست ہے بلکہ افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”مسکین کو دینے میں ایک صدقہ کا ثواب ہے اور رشتہ داروں کو دینے میں دو صدقہ کا ثواب ہے، ایک صدقہ کا دوسرا صدر حجی کا۔“

☆ رمضان المبارک میں چونکہ ہر عبادت کا ثواب ستر گناہ پڑھ جاتا ہے، اس لیے رمضان میں زکوٰۃ دینے میں انشاء اللہ ستر گناہ ثواب ملنے کی امید ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری زکوٰۃ رمضان ہی میں انکال دی جائے اور غیر رمضان میں فقراء کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے، بلکہ حسب ضرورت و مصلحت خرچ کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (بیہقی فی شب الایمان: ۳۰۵/۳)

☆ ایک فقیر کو بیک وقت اتنا دینا کہ وہ مالک نصاب ہو جائے بہتر نہیں ہے، البتہ اگر وہ مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی کے لیے اس کو بڑی رقم دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (ہندیہ: ۱۸۸)

☆ مقروض شخص کو قرض سے بری کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر فقیر نے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دی پھر اس سے اپنا قرض وصول کر لیا تو پہ درست ہے۔ (لطحاوی: ۳۹۰)

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَابِدِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤْلَفَةُ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِبِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَآئِنَّ السَّبِيلَ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلَيْهِ حَكِيمٌ﴾ (التوبہ: ۶۰)

”زکوٰۃ نقراء، مساکین، عاملین (زکوٰۃ کی جمع و تقسیم کے کارکنان) مولفۃ القلوب، غلام، مقروض، اللہ کی راستہ میں (جہاد کرنے والے) اور مسافروں کے لیے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا فریضہ ہے اور اللہ بڑا عالم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔“

زکوٰۃ کے مصارف قرآن مجید کی اوپر ذکر کردہ آیت میں تفصیل سے بیان کی گئے ہیں، اس کے متعلق خلاصہ کلام یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف انہیں لوگوں کو دی جاسکتی ہے جو فقیر یا مسکین ہوں یعنی جن کے پاس یا تو مال نہ ہو یا اگر ہو تو نصاب تک نہ پہنچتا ہو، یہاں تک کہ اگر ان کی ملکیت میں ضرورت سے زائد ایسا سامان موجود ہے جو ساڑھے باون تو لہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جاتا ہے تو وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہے، مستحق زکوٰۃ وہ ہے جس کے پاس ساڑھے باون تو لہ چاندی کی ملکیت کی رقم یا اتنی مالیت کا کوئی سامان ضرورت سے زائد نہ ہو، اس میں بھی شریعت کا حکم یہ ہے کہ مستحق کو مالک بنا دیا جائے، وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، اسی لیے بلڈنگ کی تعمیر میں زکوٰۃ نہیں لگ سکتی، نہ ہی کسی ادارے کے ملازمین کی تنخواہ میں لگ سکتی ہے، اسی طرح تجسس و تکفین کی ضروریات میں بھی زکوٰۃ کی رقم لگانا درست نہیں ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو چاہیے کہ اچھی طرح تحقیق کر کے صحیح مصرف میں لگانے کی کوشش کرے، افضل یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیز واقارب اور پڑوی میں مستحقین کی تلاش کرے، رشتہ داروں میں زکوٰۃ ادا کرنے سے ڈبل ثواب ملتا ہے، ایک تو زکوٰۃ ادا کرنے کا دوسرا صدر حجی کرنے کا، البتہ درست ایسے ہیں جن میں زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا درست نہیں ہے، ایک ولادت کا رشتہ ہے جس کے تحت تمام اصول و فروع آتے ہیں، چنانچہ اپنے باپ، دادا، نانا، نانی، دادی اور ان سے اوپر والوں کو زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح بیٹی، پوتے، بیوی، بیوی، نواسہ، نواسی اور ان سے پیچے والوں پر زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، دوسرا نکاح کا رشتہ ہے

عید الفطر کی نماز

محمد بن جمیل الدین ندوی

عید کے دن کی سنت و مستحبات

(۱) غسل کرنا اور مسواک کرنا (۲) جو اچھے سے اچھا بیاس میسر ہو اسے پہنانا (۳) خوشبو لگانا (۴) عید گاہ میں نماز پڑھنا یعنی عیدین کی نماز ہر مسجد میں پڑھی جاسکتی ہے لیکن عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے، آپ ﷺ اور تمام صحابہؓ نے ایسا ہی کیا ہے (۵) عید گاہ تک پیدل جانا، اگر مذدور ہو یا عید گاہ بہت دور ہو تو سواری پر جانے میں کوئی حرج نہیں (۶) ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔

عید کی نماز کا طریقہ

نیت:- نیت کرتا ہوں میں دور کعت نماز واجب عید الفطر کی معزاد چھ تکبیروں کے، یعنی اس امام کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف۔

نیت کے بعد امام بلند آواز سے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور مقتدی آہستہ سے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور پھر دونوں شنا پڑھیں، ثانی کے بعد امام پھر بلند آواز سے تکبیر کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک لے جائے اور پھر چھوڑ دے، تمام مقتدی بھی اس کے ساتھ ایسا ہی کریں، پھر دوسری بار امام تکبیر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لوٹک لے جائے اور پھر چھوڑ دے، مقتدی بھی ایسا ہی کریں، پھر تیسرا بار امام اور تمام مقتدی تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھائیں اور اس بار ہاتھ چھوڑیں نہیں بلکہ باندھ لیں۔

تکبیرات کے بعد امام آہستہ سے أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور بسم اللہ الرحمن الرحيم پڑھے، پھر امام بلند آواز سے سورہ فاتحہ اور قرآن کی کوئی سورہ پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کر کے ایک رکعت پوری کر لے۔

دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر پہلے سورہ فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھے اور سورت ختم کر لے تو رکوع میں نہ جائے بلکہ پھر تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک لے جائے اور چھوڑ دے، اور مقتدی بھی ایسا ہی کریں، پھر دوسری بار امام مقتدی کے ساتھ اٹھائے اور چھوڑ دے، اور مقتدی بھی ایسا ہی کریں، پھر چوتھی بار امام تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور اس کے ساتھ تمام مقتدی بھی رکوع میں جائیں اور جیسے عام طور پر نماز پوری کی جاتی ہے پوری کریں۔

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

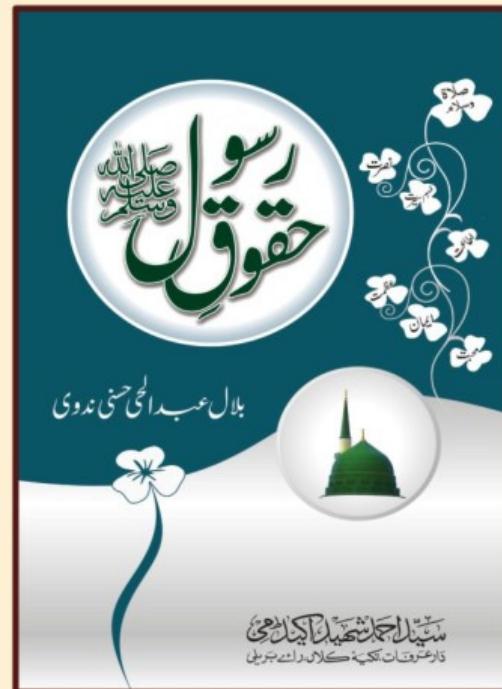
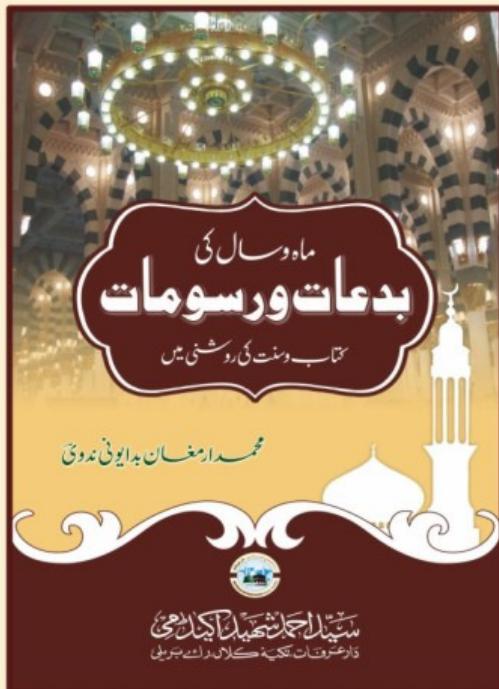
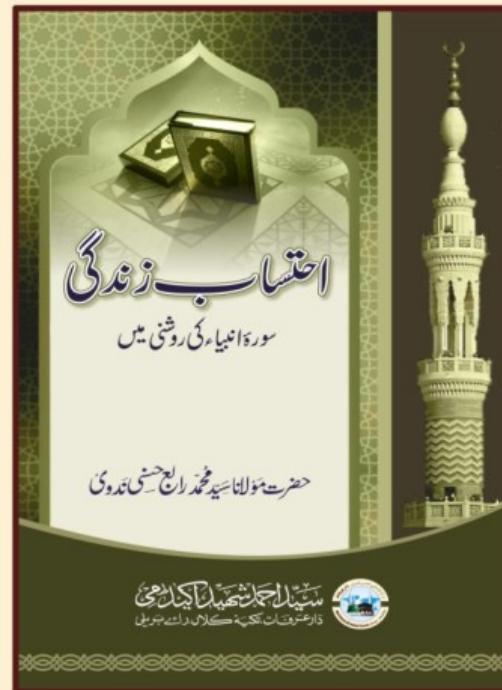
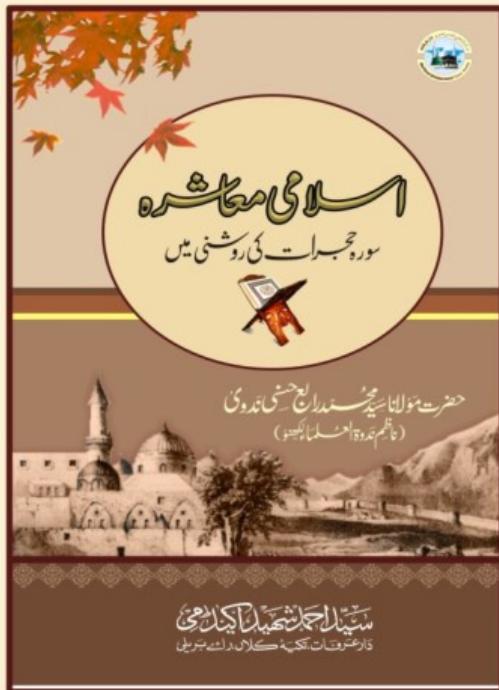
Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Postal Reg. No.
RBL/NP-19

Volume: 09

JUNE-JULY 2017

Issue: 06-07



Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi

MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI

E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9565271812

Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.

Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)